ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

44

www.tanzeem.org

24 تا 30 محرم الحرام 1436ھ/18 تا 24 نومبر 2014ء

دل کا دروازہ کھولیے!

’’اگر آپ کو (دل کی دنیا میں جھانکنے کی ضرورت کا) یہ مبارک احساس ہے تو دل کا مقفل دروازہ کھولیے اوراس کے اندر گرد سے اَٹی ہوئی سیڑھیوں سے تاریکی ہی کے عالم میں اتر جایئے اور اگر کہیں روشنی ہو تو بہتر، ورنہ ہاتھوں پیروں سے ٹٹول کر دیکھئے کہ اس میں کیا کچھ ہے۔ کانوں سے کوئی آواز سنائی دے تو اسے سنیے کہ کیا آواز ہے اور کیسی؟ خوش نصیب ہیں وہ جو روزانہ ایک آدھ مرتبہ اپنے ایوانِ دل کا چکر لگا لیتے ہیں۔ پھر وہ بھی بُرے نہیں جو کبھی کبھار کوچۂ دل کی گردش کرتے رہتے ہیں۔ جن کو سرے سے توفیق ہوئی ہی نہیں، ان کو قیامت کے دن خبر ہوگی کہ نجات نہ مال و جاہ پر منحصر ہے، نہ بیوی بچوں اور قرابت داروں پر، مرعوب کن لباسوں پر، نہ پلے ہوئے آراستہ جسموں پر۔ وہاں تو معاملہ دوسرا ہے:﴿ یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ﴾(الشعراء:89,88) ’’جبکہ نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم لئے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو۔‘‘ نجات اور کامرانی صرف ان کے لئے ہے جو قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہوں۔ آج ہمارے سوچنے کا سوال یہ ہے کہ آیا قلب سلیم کی دولت ہمارے پاس ہے؟ سلامتی والا دل، حق شناس دل، راست باز دل ہمارے سینوں میں ہے؟ اگر یہ نہیں تو پھر سارے ظاہری ہنگامے اور سرگرمیاں اور بڑے بڑے مناصب اور مشغلے، حسن گفتار اور جوشِ اظہار، اختیارِ حکم اور اطاعت طلبی، بڑے بڑے اصحاب کی ہم نشینی، بڑے بڑے کاروبار چلانے کی اسکیمیں، راحت کے اسباب سے بھرا ہوا گھر سب بے کار ہے۔

مجھے ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

تو ہم نے کبھی یہ دیکھا ہی نہیں کہ پہلو میں دل زندہ ہے یا نہیں؟ آیا وہاں سِل یا سوکھنے کا کوئی لا علاج مریض پڑا ہے یا دل کی بجائے دل کی میت پڑی ہے اور وہ سڑ بگڑ رہی ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ آپ کی ساری کمائی اور سارا خزانہ یہی کچھ ہے۔ آپ نے اگر اسے گلشن بنایا تو قیامت کو سامنے آجائے گا اور اگر گلخن بنایا تو یہی آپ کی محل سرائے ہوگی۔‘‘

’’تحریکی شعور‘‘
نعیم صدیقیؒ

اس شمارے میں

ظلم اسلام کی ضد ہے!

مرض نفاق اور اُس کی علامات

یہ بے سوادی، یہ کم نگاہی

بامقصد زندگی گزاریے!

تبدیلیٔ نصاب:
وزیراعظم کا انوکھا حکم

رخصت ہوا ہم سے اک خادمِ قرآن

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عظیم معمار

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (636)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہے

سُورۃُ النَّحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 77، 78

وَلِلّٰہِ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَاۤ اَمۡرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ ہُوَ اَقۡرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰہُ اَخۡرَجَکُمۡ مِّنۡۢ بُطُوۡنِ اُمَّہٰتِکُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ شَیۡئًا ۙ وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَۃَ ۙ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۷۸﴾

آیت ۷۷ ﴿وَلِلّٰہِ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ﴾ ’’اور آسمانوں اور زمین کی ساری چھپی باتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔‘‘

﴿وَمَاۤ اَمۡرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ ہُوَ اَقۡرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۷۷﴾﴾ ’’اور قیامت کا معاملہ تو ایسے ہے جیسے نگاہ کا لپکنا‘ یا (ممکن ہے) وہ اس سے بھی قریب تر ہو۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

آیت ۷۸ ﴿وَاللّٰہُ اَخۡرَجَکُمۡ مِّنۡۢ بُطُوۡنِ اُمَّہٰتِکُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ شَیۡئًا ۙ﴾ ’’اور اللہ نے تمہیں نکالا تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے جبکہ تم کچھ نہیں جانتے تھے‘‘

نوزائیدہ بچہ عقل و شعور اور سمجھ بوجھ سے بالکل عاری ہوتا ہے‘ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان کا بچہ تمام حیوانات کے بچوں سے زیادہ کمزور اور زیادہ محتاج (dependent) ہوتا ہے۔

﴿وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَۃَ ۙ﴾ ’’اور تمہارے لیے سماعت‘ بصارت اور عقل بنائی۔‘‘

اَفۡـِٕدَۃ کا ترجمہ عام طور پر ’’دل‘‘ کیا جاتا ہے‘ مگر میرے نزدیک اس سے مراد عقل اور شعور ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو ان شاء اللہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ﴿اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡہُ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۳۶﴾﴾ کے ضمن میں ہوگی۔ آیت زیر نظر میں کانوں اور آنکھوں کا ذکر انسانی حواس (senses) کے طور پر ہوا ہے اور ان حواس کا تعلق عقل (اَفۡـِٕدَۃ) کے ساتھ وہی ہے جو کمپیوٹر کے input devices کا اس کے پراسیسنگ یونٹ کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس طرح کمپیوٹر کا پراسیسنگ یونٹ مختلف ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات (data) کو پراسس کر کے اس سے کوئی نتیجہ اخذ کرتا ہے اسی طرح حواسِ خمسہ سے حاصل ہونے والی معلومات سے انسانی دماغ سوچ بچار کر کے کوئی نتیجہ نکالتا ہے۔ انسان کی اسی صلاحیت کو ہم عقل کہتے ہیں اور میرے نزدیک اَفۡـِٕدَۃ سے مراد انسان کی یہی عقل ہے۔

﴿لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۷۸﴾﴾ ’’تاکہ تم شکر کرو۔‘‘

یہ تمام صلاحیتیں انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اور اللہ نے یہ نعمتیں انسان کو اس لیے عطا کی ہیں کہ وہ ان پر اللہ کا شکر ادا کرے‘ اور اس سلسلے میں اللہ کے شکر کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ان نعمتوں کا استعمال درست طور پر کرے اور ان سے کوئی ایسا کام نہ لے جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔

فرمان نبویؐ

بزرگوں کا ادب واحترام

عَنۡ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عنه قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((**مَا اَکۡرَمَ شَابٌّ شَیۡخًا لِسِنِّہٖ اِلَّا قَیَّضَ اللّٰہُ لَہٗ مَنۡ یُّکۡرِمُہٗ عِنۡدَ سِنِّہٖ**)) (رواہ الترمذی)

’’حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جو جوان کسی بوڑھے بزرگ کا اُس کے بڑھاپے ہی کی وجہ سے ادب واحترام کرے گا‘ تو اللہ تعالیٰ اُس جوان کے بوڑھے ہونے کے وقت ایسے بندے مقرر کر دے گا جو اُس وقت اُس کا ادب واحترام کریں گے۔‘‘

تشریح: اس حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بڑوں کے ادب و احترام کا رسول اللہ ﷺ کی ہدایت و تعلیم میں کیا درجہ ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑوں کا ادب واحترام اور ان کی خدمت وہ نیکی ہے جس کا صلہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی عطا فرماتا ہے اور اصل جزا وثواب کی جگہ تو آخرت ہی ہے۔

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

24 تا 30 محرم الحرام 1436ھ — جلد 23
18 تا 24 نومبر 2014ء — شمارہ 44

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-36293939
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ/منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

ظلم اسلام کی ضد ہے

کوٹ رادھا کشن میں ایک عیسائی جوڑے کو تشدد کے بعد بھٹہ میں ڈال کر جلا دیا گیا ہے۔ اس عیسائی جوڑے پر الزام لگایا گیا کہ اس نے مقدس اوراق کی بے حرمتی کی اور انہیں جلایا۔ اب تک کی اطلاعات کے مطابق مرد کا باپ جو عورت کا سسر تھا جادو ٹونہ اور تعویذ گنڈا کا دھندا کرتا تھا۔ اس شخص کے فوت ہونے کے بعد اس جوڑے نے اپنے اس بڑے کے کاغذات وغیرہ جلائے جن میں شاید کوئی مقدس کاغذات بھی تھے۔ ایک پڑوسی یا راہگیر نے انہیں دیکھا اور دوسرے لوگوں کو اس سے آگاہ کیا۔ بعض غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق قریبی مساجد سے بھی یہ اعلان ہوا کہ عیسائی خاندان یہ حرکت کر رہا ہے۔ اس پر ایک مشتعل ہجوم ان کے گھر پر حملہ آور ہوا ان پر تشدد کیا اور میاں بیوی کو بھٹہ میں پھینک دیا اور وہ جل کر خاکستر ہو گئے۔ دروغ بر گردنِ راوی یہ خبر پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے اسی طرح دی۔ یہ بات بھی ابھی تک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی ہے کہ وہ مقدس اوراق قرآن مجید ہی کے تھے یا عربی میں کچھ اور لکھا تھا۔

فرض کر لیجیے کہ خدانخواستہ قرآن پاک کو ہی جلایا گیا ہے تب بھی ہم سمجھتے ہیں کہ یہ جہالت عظمیٰ کا اظہار تھا، یہ سنگدلی تھی، یہ حماقتِ عظمیٰ تھی، یہ انسانیت کے خلاف جرم کا ارتکاب تھا اور اہم ترین بات یہ کہ یہ اسلام سے بدترین دشمنی تھی۔ دنیا کا کوئی قانون کوئی معاشرہ ہجوم کو قانون ہاتھ میں لینے کا حق نہیں دیتا۔ ظاہر ہے یہ مشتعل ہجوم مسلمانوں پر مشتمل تھا۔ ان کا تعلق اسلام سے تھا جس کا کیچ ورڈ ہی عدل ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے کہ قرآن پاک کے اوراقِ مقدسہ جلائے گئے تو یقیناً اسلامی معاشرے میں یہ بدترین اور سنگین ترین جرم کا ارتکاب تھا۔ اس کی اطلاع انتظامیہ کو دی جاتی، ملزموں کو گرفتار کیا جاتا۔ غیر جانبدارانہ تحقیقات ہوتیں۔ ملزموں کو صفائی کا پورا پورا موقع دیا جاتا۔ انصاف کے تمام تقاضے پورے کیے جاتے۔ یہاں تک کہ یہ بھی دیکھا جاتا کہ ایسا بدنیتی سے اور جان بوجھ کر کیا گیا ہے یا کوئی دوسرے عام کاغذات جلائے گئے تھے جن میں سے کسی کاغذ پر قرآن پاک کی کوئی آیت یا کچھ آیات درج تھیں جو نظر انداز ہو گئیں اور غیر ارادی طور پر جل گئیں وغیرہ وغیرہ یا ارادے کے ساتھ اسلام سے بغض اور دشمنی کی بنا پر اور مسلمانوں کی دل آزاری کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔ یہ فیصلہ کرنا مجاز عدالت کا کام تھا۔ پہلی صورت میں ملزموں سے کچھ رعایت برتی جا سکتی تھی۔ دوسری صورت میں انہیں عبرتناک سزا دی جاتی۔ قصہ کوتاہ عوام الناس کا کام انتظامیہ کو اطلاع کرنا اور جو کچھ انھوں نے دیکھا اس کی سچی گواہی دینے کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس مشتعل ہجوم کی دہشت گردی سے عیسائی جوڑے کے ساتھ ظلم ہوا۔ خود انہوں نے اپنی عاقبت خراب کی اور جس مذہب سے ان کا تعلق تھا اسے بدنام کیا۔ یہ اس واقعہ کا ایک پہلو ہے جس کی بہرحال جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک جرم دوسرے جرم کا جواز نہیں ہوتا۔

جرم کے ردِعمل میں یقیناً جرم کا ارتکاب نہیں ہونا چاہیے لیکن اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب بھی نہیں کہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ دوسروں کے مذہبی جذبات کو مسلسل کچلا جاتا رہے۔ آزادی رائے کی آڑ میں اشتعال انگیزی جاری رہے۔ امریکہ کا بدبخت اور لعین ٹیری جونز قرآنِ پاک کو جلاتا رہے۔ یورپ میں نوع انسانی کی عظیم ترین اور مقدس ترین ہستی جس کی ناموس پر ہر غیرت مند مسلمان مال، جان اور اولاد قربان کرنے کے لیے ہر آن تیار ہو، اس کے کارٹون بنائے جائیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) لیکن پھر بھی اس کے خلاف کوئی علاقائی یا

عالمی قانون حرکت میں نہ آئے تو یہ دوسری طرف کا جرم ہے۔ غضب خدا کا اسے جرم سمجھا ہی نہیں جاتا۔ غیر تو غیر مسلمان حکمران بھی اس کے خلاف آواز نہیں اٹھاتے، جس سے مذہب سے محض جذباتی لگاؤ رکھنے والے ناپختہ ذہن کے لوگ مشتعل ہو جاتے ہیں۔ آگ لگانا یقیناً جرم ہے لیکن دیا سلائی اور تیل کا فراہم کرنا بھی قابل مذمت ہے، جرم ہے۔

پاکستان میں حالیہ دنوں میں اقلیتوں سے ہونے والی زیادتیوں کو ایک اور زاویہ نگاہ سے بھی دیکھا جانا چاہیے۔ نائن الیون سے پہلے پاکستان غیر مسلم اقلیتوں کے لیے جنت تھا۔ یہاں شیعہ سنی فسادات تو ہوتے تھے۔ کبھی کبھی کسی مسجد کے قبضہ کے جھگڑے پر بریلوی دیوبندی بھی باہم دست و گریبان ہو جاتے تھے۔ گویا مذہبی مسالک کے درمیان بگاڑ پیدا تو ہو جاتی تھی۔ لیکن ہندو مسلم یا عیسائی مسلم فسادات تو دور کی بات ہے، ان کے درمیان عام نوعیت کے لڑائی جھگڑے بھی نہیں ہوتے تھے۔ نائن الیون کے بعد دہشت گردی کو آڑ بنا کر امریکہ اور یورپ نے مسلمانوں پر جو ظلم وستم ڈھائے اور اس حوالہ سے مسلمان حکمرانوں نے جو عمومی رویہ اختیار کیا ہے یہ کھلی ریاستی دہشت گردی تھی، جس نے ہر مسلمان کو ذہنی اور قلبی طور پر بے چین کیا۔ لیکن ان میں سے جو اسلام کا صحیح اور عادلانہ تصور نہیں رکھتے تھے اُنہوں نے صبر کا دامن چھوڑ دیا۔ پھر یہ کہ قرآن پاک کی بے حرمتی اور حضور ﷺ کی شان میں گستاخی سے مسلمانوں کو ذہنی اذیت دینے کے علاوہ دنیا کے بعض حصوں میں غیر مسلم حکومتوں نے مسلمان شہریوں کے ساتھ جس بربریت اور درندگی کا مظاہرہ کیا ہے، وہ بھی ناقابلِ بیان ہے اور یقیناً ناقابلِ برداشت بھی ہے جس سے ناپسندیدہ ردعمل سامنے آئے۔ مثلاً اسرائیل فلسطینیوں پر ظلم ڈھانے میں تمام حدود کو عبور کر گیا۔ بھارت نے ایک عرصہ سے مقبوضہ کشمیر میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔ برما میں مسلمانوں پر جو بیت گئی ہے فلکِ پیر نے ایسی انسان دشمنی کا مظاہرہ کبھی نہ دیکھا ہوگا اور بات کو اگر بیسویں صدی تک لے جائیں گے تو ایشیا اور افریقہ میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم کی داستان اتنی طویل، اتنی خونچکاں اور اتنی لرزہ دینے والی ہے کہ اسے قرطاس پر منتقل کر دینا عملاً ممکن نہیں ہے۔ جھوٹے نگوں سے مرصع چمکتی دمکتی آنکھوں کو خیرہ کرتی مغربی تہذیب کی طرح مسلمانوں کے خون کے دریا بہا رہی ہے، لیکن اپنے دامن پر چھینٹ نہیں پڑنے دیتی۔ حیرت ہے یہ سب کچھ کر کے اِن خونی درندوں کا معاشرہ پھر مہذب اور تہذیب یافتہ معاشرہ کہلاتا ہے۔ اس سب کچھ کے باوجود جو کچھ کوٹ رادھا کشن میں ہوا صریحاً غلط اور ناجائز تھا، ناروا تھا۔

ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے آگے ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے ہیں کہ یہ دشمن سے انتقام نہیں تھا، خود مسلم معاشرے پر ظلم تھا۔ اس لئے کہ جس عیاری اور چالاکی کے ساتھ مسلمانوں کو تختۂ مشق بنایا جا رہا ہے، اور اُن پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں اور پھر ان ظلم وتشدد اور ریاستی دہشت گردی کو جس طرح قانون کا لبادہ اوڑھا دیا جاتا ہے اس کا جامع حکمت عملی سے ہے اور اسلام کے بنیادی اصولوں کو مدنظر رکھ کر مقابلہ کرنا ہوگا۔ امریکہ اور اہل مغرب کا اوّلین ہتھیار میڈیا کے ذریعہ جھوٹا پروپیگنڈا کر کے دنیا کو مس گائیڈ کرنا ہے۔ پھر سائنس اور ٹیکنالوجی میں اپنی برتری سے اعدائے اسلام عالم اسلام پر جنگ اس طرح مسلط کرتے ہیں کہ قصوروار بھی مسلمان ہی دکھائی دیتے ہیں۔ عالم اسلام کا المیہ یہ ہے کہ مسلمان حکمران اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے اُن کی ڈکٹیشن کو قبول کر کے اُن کے مفادات کو آگے بڑھاتے ہیں۔ میڈیا کے ذریعے ایسی فضا قائم کر دی گئی ہے کہ مغرب مسلمانوں کو مار رہا ہے اور پھر بھی مظلوم ہے اور مسلمان مار کھا رہے ہیں اور خون میں نہا رہے ہیں، پھر بھی ظالم ہیں۔ یہ دشمنوں کی حکمت عملی کا کمال ہے اور میڈیا کی جادوگری ہے کہ وہ سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ ثابت کر رہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ اس ظالم کا ہاتھ کیسے توڑا جائے؟ جہاں تک میڈیا کا تعلق ہے ہمیں جوابی طور پر کسی جادوگری کا مظاہرہ نہیں کرنا، البتہ یہ امر لازم ہے کہ جھوٹ کی برملا تردید کی جائے، حق کی صدا بلند کی جائے اور کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ قوت کا جواب قوت سے دیا جائے۔ اُس کی اس برتری کو چیلنج کیا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں مسلمان جس قدر پیچھے رہ گیا ہے یہ فاصلہ ختم کرنا بلکہ کم کرنا بھی انتہائی مشکل ہے۔ لیکن ایک تو یہ کہ ہمیں جدوجہد کرنا چاہیے اور ہمت نہیں ہارنا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ غور کریں ہمیں کس چیز نے کمزور کیا ہے۔ ہم جو انسانی تاریخ میں طویل ترین عرصہ تک اس دنیا میں سپریم پاور کی حیثیت رکھتے تھے کیوں ناتواں ہوئے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ، رسول اللہ ﷺ اور کتاب الٰہی سے دور ہو کر ہم دنیا بھر میں خوار ہوئے اور ذلت و رسوائی ہمارا مقدر بن گئی۔ ایک بار پھر سپریم پاور آن دی ارتھ بننے کے لئے ہمیں اللہ اور رسول ﷺ سے اپنے تعلق کو دوبارہ استوار کرنا ہوگا۔ ذرا سوچیے، نبی اکرم ﷺ تو اللہ کے نبی اور رسول تھے، اگرچہ آپؐ نے دین متین کو نافذ اور غالب کرنے کے لئے تمام تر جدوجہد انسانی سطح پر کی لیکن کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپؐ کو استثنا حاصل تھا۔ آپ کی حیثیت خصوصی تھی۔ ابوبکر صدیق ؓ نے جس طرح حالات کا مقابلہ کیا اور آپؐ کے وصال کے بعد بھی دین پر آنچ نہ آنے دی۔ دور فاروقیؓ میں اُس وقت کی دو سپر قوتوں کو جس طرح تہس نہس کیا گیا۔ دور عثمانیؓ میں بھی یہ سلسلہ دس سال تک جاری رہا۔ آج حالات اُس سے زیادہ مشکل نہیں۔ ستاون مسلمان ممالک دنیا میں ہیں۔ ان کو قدرت نے بے شمار وسائل دے رکھے ہیں۔ دنیا بھر میں ایک سو ساٹھ کروڑ مسلمان موجود ہیں۔ تو کیا آج ہم پانسہ نہیں پلٹ سکتے۔ یقیناً ایسا ممکن ہے۔ لیکن اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں، کسی طرح ممکن نہیں۔ اور اللہ کی سنت یہ ہے کہ وہ مدد کرتا ہے بشرطیکہ مسلمان اُس کی مدد کریں یعنی اللہ کا دین نافذ کرنے کی جدوجہد کریں۔ فرشتے میدان بدر میں مدد کو اترے تھے، آج بھی قطار اندر قطار اتریں گے۔ شرط یہ ہے کہ ہم مسلمان فضائے بدر پیدا کریں۔ گویا بال ہمارے کورٹ میں ہے۔ دل یا شکم کا فیصلہ ہم کو کرنا ہے۔ یاد رہے اسلام بدلہ کی اجازت دیتا ہے، لیکن A کا بدلہ B سے لینا ظلم ہے۔ ہمیں اپنے گھوڑے تیار رکھنے کی ضرورت ہے، تاکہ ظالم جان لے کہ اُسے منہ توڑ جواب ملے گا۔ لیکن مسلمان کسی صورت اپنی ریاست کے ذمی پر ظلم نہیں کرے گا، کیونکہ عدل اسلام کا خاصہ ہے، اسلام کا کیچ ورڈ ہے اور اسلامی نظام کی روح ہے اور ظلم اسلام کی ضد ہے۔

☆☆☆☆☆

مرضِ نفاق اور اُس کی علامات

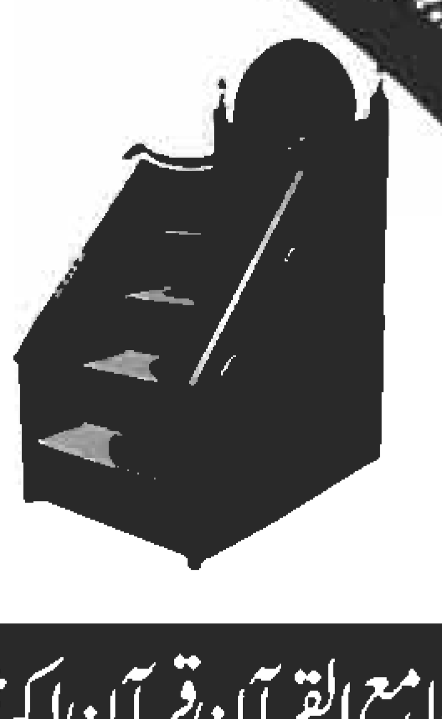

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 7 نومبر 2014ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات محترم! سورۃ المنافقون جو 28 ویں پارے میں ہے، اُس پر تین اجتماعات جمعہ میں گفتگو ہو چکی ہے۔ لیکن ابھی ہم اس کے ایک حصے ہی کو کور کر سکے تھے، اور اس کا بھی حق ادا نہیں ہوا۔ میں کوشش کروں گا کہ مزید مباحث جو رہ گئے ہیں ان کو آج کور کر لوں۔ یہ سورۂ مبارکہ 11 آیات پر مشتمل ہے۔ مضامین کے اعتبار سے اِسے تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی 6 آیات میں نفاق کی حقیقت، اس کی ہلاکت خیزی اور اس مرض کے پروان چڑھنے کے پراسس کو نمایاں کیا گیا ہے۔ وہ شخص جو ایمان سے منافقت کا سفر طے کرتا ہوا اس کی آخری منزل پر پہنچ جاتا ہے، اس درجے کی ہلاکت خیزی تک پہنچتا ہے کہ اُس کے لئے اللہ کے رسول ﷺ بھی استغفار کریں تو فرمایا کہ

﴿سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ ؕ لَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ (٦)﴾

”تم ان کے لئے مغفرت مانگو یا نہ مانگو ان کے حق میں برابر ہے۔ اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ بے شک اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔“

منافق قانونی طور پر مسلمان شمار ہوتے ہیں۔ عہد نبویؐ میں یہ لوگ آنحضور ﷺ کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے تھے اور اگر منزل آسان ہو تو بعض اوقات جہاد کے لئے بھی نکلتے تھے۔ مگر اُن کا جرم اتنا بڑا ہوتا ہے کہ ان کے لئے کوئی معافی ہے اور نہ ہدایت۔ اِس سورت کی ساتویں اور آٹھویں آیات میں ایک واقعہ کا تذکرہ ہے، جو ایک غزوہ سے واپسی پر پیش آیا تھا۔ اس واقعہ میں بھی منافقانہ کردار کی ایک مثال ہمارے سامنے آتی ہے۔ آخری تین آیات میں مرضِ نفاق کا علاج تجویز کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ بہت جامع سورت ہے۔

مرض نفاق اصل میں کیا ہے؟ اس کی نوعیت کیا ہے؟ وہ کیسے آگے بڑھتا ہے؟ وہ انسان کو کس ہلاکت خیزی تک پہنچاتا ہے؟ یہاں تک کہ اس کے نتیجے میں ایک شخص جو پہلے مسلمان تھا اب وہ اسلام کے خلاف سازشوں کا حصہ اور اسلام دشمن قوتوں کا آلہ کار بن جاتا ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ یہ مباحث کچھ واضح ہو جائیں۔

منافق دو طرح کے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جو اعتقادی طور پر منافق ہوتے ہیں۔ بعض اوقات غیر مسلم محض اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے سازش کے تحت مسلمان کا بھیس بدل کر اسلام میں آ جاتے ہیں۔ جیسا کہ آج کے دور میں بھی بیرونی ممالک میں کرسچین کو تیار کیا جاتا ہے، انہیں اسلام کی

مرتب: محبوب الحق عاجز

تعلیم دی جاتی ہے، تاکہ مسلمانوں کا بھیس بدل کر مسلمانوں میں جائیں اور اسلام کے خلاف کام کریں۔ یہ کام بڑے منظم طریقے سے ہو رہا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ایمان ایک دن کے لئے بھی نصیب نہیں ہوتا۔ منافقین میں دوسرے وہ لوگ ہیں جو ایمان تو لائے تھے، قرآن مجید کو واقعی اللہ کا کلام اور آنحضور ﷺ کو اللہ کا سچا رسول مانا تھا، لیکن جب دین کے تقاضے سامنے آئے، اور قربانیاں دینے کا مرحلہ آیا تو وہ دنیا اور مال کی محبت کی وجہ سے دین سے پیچھے ہٹنے لگے۔ یعنی حُبّ دنیا ان کے راستے کی رکاوٹ بن گئی۔ اُن کے اقرار باللسان میں بھی کمی نہیں تھی۔ وہ نماز بھی پڑھتے رہے اگرچہ بے دلی کے ساتھ۔ اس لئے کہ اندر سے ایمان ختم ہو چکا، اور اُس کی جگہ نفاق آ گیا تھا۔ یہ عملی نفاق ہے۔ کوتاہی اور غلطی ہر انسان سے ہو سکتی ہے لیکن یہ ایک وقتی معاملہ ہے۔ البتہ جب انسان غلطی تسلیم کرنے کی بجائے اس پر اصرار کرنا اور اُس پر پردے ڈالنا شروع کر دے، اس کے جواز کے لئے فلسفے گھڑنے لگے اور مسلمانوں کو مطمئن رکھنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھانی شروع کر دے تو یہ گویا نفاق کا آغاز ہے۔ یہیں سے نفاق شروع ہوتا ہے۔ پس عمل میں کی گئی کوتاہی انسان کو بتدریج نفاق کی طرف لے جاتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے منافق کی کچھ نشانیاں بتائی ہیں، تاکہ مسلمان اپنا محاسبہ کریں اور جائزہ لیتے رہیں کہ کہیں ہمارے اندر تو یہ نفاق کا مرض نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ کو اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں ہم اس مرضِ نفاق کا شکار نہ ہو جائیں۔ اللہ نے ایمان کی جو پونجی ہمیں عطا کی ہے اس پر نفاق کا ڈاکا نہ پڑ جائے۔ حدیث کے مطابق منافق مطمئن رہتا ہے۔ اسے کوئی پروا نہیں ہوتی۔ اپنے ایمان کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ جبکہ سچے صاحب ایمان کو ہمیشہ نفاق کا اندیشہ رہتا ہے۔ حدیث کے مطابق منافق کی تین نشانیاں ہیں: (1) جب بات کرے جھوٹ بولے۔ (2) جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے اور (3) جب اس کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھوائی جائے تو اُس میں خیانت کرے۔ یہ مضمون ایک اور متفق علیہ حدیث میں اس سے بھی زیادہ مؤکد انداز میں آیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ((اَرۡبَعٌ مَّنۡ کُنَّ فِیۡہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا)) یعنی ”چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کسی میں وہ چاروں موجود ہوں تو وہ شخص پکا منافق ہے۔ ایک روایت میں یہ اضافی الفاظ بھی آئے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ((وَاِنۡ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّہٗ مُسۡلِمٌ)) ”خواہ وہ شخص روزہ رکھتا

ہو‘ خواہ نماز پڑھتا ہو اور خواہ اسے خود بھی یہ زعم ہو اور وہ یہ خیال کرتا ہو کہ میں مسلمان ہوں۔‘‘ لیکن اگر یہ چاروں اوصاف اس میں موجود ہیں تو وہ پکا منافق ہے۔ اس حدیث میں ان تین باتوں کے علاوہ جن کا ذکر پچھلی حدیث میں تھا‘ چوتھی چیز آپؐ نے یہ گنوائی: ((وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)) کہ جب کہیں کوئی جھگڑا ہو تو وہ آپے سے باہر ہو جائے۔ یعنی اس کا زبان پر کنٹرول نہ رہے۔ یہ منافق کا چوتھا وصف یا چوتھی علامت ہے۔ حضور ﷺ نے اس حدیث میں مزید وضاحت فرمائی کہ جس میں یہ چاروں خصلتیں جمع ہیں وہ تو پکا منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک وصف پایا جاتا ہے اس میں اسی نسبت سے نفاق موجود ہے۔ یہ ہے نفاق کی حقیقت ازروئے قرآن وحدیث!

اگر دیکھا جائے تو آج یہ چاروں خصلتیں مسلمانوں بالخصوص مسلمانانِ پاکستان میں موجود ہیں۔ والد محترمؒ کی زبانی یہ بات آپ نے بارہا سنی ہوگی کہ قرآن حکیم میں اس حوالے سے ایک خاص قسم کے نفاق کا ذکر آیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے یہ ہمارا ہی ذکر ہے۔ گویا پاکستانی قوم کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ سورۃ التوبہ میں ایک شخص کا ذکر ہے اور یہ ذکر جمع کے صیغے میں آیا ہے۔ ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (۷۵) ﴾ ’’اور ان میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہم کو اپنی مہربانی سے مال عطا فرمائے گا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور نیکوکاروں میں ہو جائیں گے۔‘‘ اِس کی تفصیل احادیث میں آتی ہے کہ انصار میں سے ایک شخص تھا۔ وہ ایک دفعہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے درخواست کی میرے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے غنی کر دے۔ آپؐ نے منہ پھیر لیا۔ لیکن وہ مسلسل یہ بات کہتا رہا اور اس نے وعدہ کیا کہ اگر اللہ مجھے غنی کرے گا تو میں خوب صدقہ وخیرات کروں گا۔ لیکن حضور ﷺ سمجھ رہے تھے کہ اگر اس کو کچھ مل گیا تو یہ کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ بہرکیف اس کے بہت زیادہ اصرار اور وعدوں پر آپؐ نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کے کاروبار میں برکت ڈالی۔ اس کے پاس مال مویشی تھے۔ اُن کے لئے مدینہ میں اس کے پاس جگہ تنگ پڑ گئی۔ پھر وہ مدینہ سے باہر کھلے علاقے میں چلا گیا، لیکن وہ وادی بھی تنگ پڑ گئی۔ پھر اور دور چلا گیا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کے مویشیوں میں بہت برکت دی۔ پھر آنحضور ﷺ نے ایک عامل کو بھیجا کہ اس سے زکوٰۃ لے کر آؤ۔ اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ جس پر آنحضور ﷺ نے اسے بددعا دی۔ اسے جب رشتہ داروں نے بتایا کہ حضور ﷺ نے تیرے بارے میں یہ کہا ہے تو وہ بھاگا بھاگا آیا۔ لیکن اندازہ یہی ہو رہا ہے کہ اسے حقیقی ندامت نہیں تھی بلکہ بدنامی کے ڈر سے آیا تھا۔ بظاہر وہ حضور ﷺ کے سامنے قسمیں کھا رہا تھا اور زکوٰۃ دے رہا تھا کہ لے لیں، لیکن حضور ﷺ نے لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا۔ اس شخص نے پھر کوشش کی کہ اس کی زکوٰۃ قبول کر لی جائے۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جس کی زکوٰۃ قبول نہیں کی، میں ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ یہی معاملہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا ہے۔ اس دور میں بھی اُس کی زکوٰۃ قبول نہیں کی گئی اور وہ پھر اسی حال میں مر گیا۔

اس واقعہ میں ہمارے لئے ایک سبق ہے۔ اسی طرح کا معاملہ کسی قوم کا بھی ہوتا ہے کہ جو قوم اللہ کے ساتھ عہد کر کے توڑ دے، اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر اس کے اندر نفاق ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ وہاں پر الفاظ یہ ہیں۔ ﴿ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (۷٦) ﴾ (التوبہ) ’’لیکن جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے (مال)

پریس ریلیز 14 نومبر 2014ء

حکومت پاکستان کا تجارتی اور مالی فوائد کے لئے موت کی سزا کو معطل کرنا شریعت کے حکم کی کھلی خلاف ورزی ہے

اسلامی شعائر اور اسلامی نظام اس وقت مغرب کا اصل ٹارگٹ ہیں

حکمران نفاذِ شریعت اور اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف بڑھنے کی بجائے غیر شرعی اقدام سے باز رہیں

حافظ عاکف سعید

حکومت پاکستان کا تجارتی اور مالی فوائد کے لئے موت کی سزا کو معطل کرنا شریعت کے حکم کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران وزیر اطلاعات پرویز رشید کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں ان لوگوں پر اپنے غیظ وغضب کا اظہار کیا ہے جو اُس کی آیات کو سستے داموں بیچ دیتے ہیں۔ اُنہوں نے ماہر معاشیات ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی کے G.S.P پلس پر ماہرانہ تجزیہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس معاہدے پر دستخط کر کے پاکستان کو کوئی مالی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ گویا کہ ہم بے لذت گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ چائلڈ لیبر یا مزدوروں کے اوقات کار کا مسئلہ ہو تو کسی تجارتی معاہدے میں اس نوعیت کی پابندیاں سمجھ آتی ہیں لیکن کسی تجارتی لین دین کا سزائے موت کے نافذ ہونے یا نہ ہونے سے کیا تعلق ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی شعائر اور اسلامی نظام اس وقت مغرب کا اصل ٹارگٹ ہیں لہٰذا وہ مختلف حیلے بہانے سے مسلمانوں کو شریعت سے دور کرنا چاہتا ہے۔ اُنہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ حکمران نفاذِ شریعت اور اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف بڑھنے کی بجائے غیر شرعی اقدام کر رہے ہیں تاکہ کسی نہ کسی طرح مغرب اور امریکہ کی خوشنودی حاصل کر کے اپنے اقتدار کو مضبوطی سے جما سکیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اللہ قرآن پاک میں یہ فیصلہ دے چکا ہے کہ کفار اُس وقت تک تم سے خوش نہ ہوں گے جب تک تم اپنے دین سے منہ موڑ کر اُن کا حصہ نہیں بن جاتے۔ اُنہوں نے دعا کی اللہ رب العزت عوام اور خواص دونوں کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ اللہ، رسول ﷺ اور قرآن پاک سے رہنمائی حاصل کر کے پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنا سکیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور روگردانی کر کے پھر بیٹھے۔"
اُس شخص کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا تھا، مگر اب وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بجائے بخیل بن بیٹھا۔ اب دینے کے لئے تیار ہی نہ ہوا اور آنکھیں ہی پھیر لیں۔ اس روش کا نتیجہ کیا ہوا؟ فرمایا: ﴿فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (۷۷)﴾ (التوبہ) "تو اللہ نے اس کا انجام یہ کیا کہ اس روز تک کے لئے جس میں وہ اللہ کے روبرو حاضر ہوں گے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا، اس لئے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔" یہ نفاق اب قیامت تک چلے گا کیونکہ اس نے اللہ کے وعدے کی خلاف ورزی کی اور جھوٹ بولا۔

والد محترمؒ فرمایا کرتے تھے کہ پاکستانی قوم کا معاملہ بھی یہی ہے۔ ہم نے ایک ایسی چیز اللہ سے مانگی تھی جو بظاہر احوال ملنی ممکن نہیں تھی۔ ہندوستان پر انگریز کی حکومت تھی۔ ہم نے اللہ سے ایک آزاد خطۂ زمین مانگا تھا۔ اس وقت تک ہندو ایک مضبوط سیاسی گروپ کے طور پر اُبھر آیا تھا۔ کانگریس ایک بہت مضبوط جماعت تھی جبکہ مسلم لیگ شروع میں سیاسی اعتبار سے صرف نوابوں کی ایک جماعت تھی۔ کانگریس کے لیڈر down to earth رہنے والے لوگ تھے۔ مہاتما گاندھی کے صرف ہندو ہی چاہنے والے نہیں تھے بلکہ مسلمانوں میں سے بھی بہت سے اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر تھے۔ نہرو کا تعلق بہت بڑی فیملی سے تھا۔ وہ بہت متمول، اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا۔ لیکن جب وہ سیاست میں آیا تو کھدر ہی پہنتا تھا۔ وہ لوگوں کے ساتھ نکلتا تھا۔ بہرکیف ہندوستان میں اصل سیاسی جماعت کانگریس تھی۔ مسلم لیگ کا اس سے کوئی موازنہ نہیں تھا۔ کانگریس میں پورے انڈیا کی نمائندگی تھی۔ اس میں بڑے بڑے مسلمان بھی شامل تھے جو سب کے سب پاکستان بننے کے خلاف تھے۔ جبکہ دوسری طرف مسلمانوں کی نمائندگی کا علَم جمعیت علماء ہند کے پاس تھا۔ اس زمانے میں علماء کی گرفت عوام پر بڑی مضبوط تھی۔ اس دور کے علماء للّٰہیت کا ایک نمونہ ہوا کرتے تھے۔ جمعیت علماء ہند بھی پاکستان کی مخالف تھی۔ اس لئے نہیں کہ انہیں پاکستان سے چڑ تھی، بلکہ سیاسی طور پر ان کا موقف یہ تھا کہ "بجائے اس کے کہ ہم اپنے لئے ایک چھوٹا خطہ حاصل کریں، ہمیں پورے ہندوستان کو وحدت کے طور پر آزاد کرانا چاہیے، تاکہ انگریز کے واپس جانے کے بعد مسلمانوں کے لئے موقع ہو کہ کل ہند پر حکومت کر سکیں۔ لہٰذا ہم ایک کم حصے پر کیوں قناعت کریں۔" یہ ان کی ایک سوچ تھی۔ لہٰذا وہ پاکستان کے حامی نہیں تھے۔ اسی طرح ہمارے ہاں کی دوسری جماعتیں احرار اور خاکسار وغیرہ بھی قیامِ پاکستان کی مخالف تھیں۔ اس ساری صورتحال کے باوجود پاکستان کا بن جانا یقیناً ایک معجزے سے کم نہیں ہے۔ قائداعظم کے سو سے زیادہ بیانات ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ ہمیں اگر ایک آزاد خطہ مل گیا تو ہم اُسے ایک مثالی اسلامی فلاحی ریاست بنائیں گے۔ آج سیکولر حضرات بانیٔ پاکستان کی گیارہ اگست کی واحد تقریر کے ایک مشتبہ اور متنازعہ جملے کی بنیاد پر پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے کے خواہاں ہیں حالانکہ قائد کے سینکڑوں بیانات اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کے متمنی تھے۔ اسی لیے تو ہندوستان کے مسلمانوں نے اُن کی تحریک کا ساتھ دیا تھا۔ تحریکِ پاکستان کا مقبول نعرہ ہی یہ تھا کہ "پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ"۔ اللہ نے ہمارے ان وعدوں اور نعروں کی بنیاد پر ہمیں آزاد خطۂ زمین عطا کر دیا۔ حالانکہ عالمِ واقعہ میں پاکستان کا قائم ہونا ناممکن تھا۔

اللہ نے ہمیں آزادی کی نعمت عطا کر دی اور خطۂ زمین دے دیا تو ہم اپنے وہ وعدے بھول گئے۔ آج 68 سال ہو رہے ہیں مگر اس ملک میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا دین و شریعت نافذ نہیں ہے۔ دستورِ پاکستان میں اگرچہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ اعلیٰ کا اقرار و اعلان کر دیا گیا ہے، لیکن اسی دستور کے اندر چور دروازے بھی ہیں، جنہوں نے اسلامی شقوں کو غیر مؤثر بنا رکھا ہے۔ والد محترمؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا دستور منافقت کا پلندہ ہے۔ جیسے منافق کلمہ پڑھتا اور مسلمان سمجھا جاتا ہے، اسی طرح ہمارے دستور نے بھی کلمہ تو پڑھ رکھا ہے لیکن اِس کے اندر خلافِ اسلام شقیں بھی موجود ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ اس کے باوجود ہماری دینی سیاسی جماعتیں اسے خالص اسلامی دستور سمجھتی ہیں۔ حقیقت میں ہم بھی اللہ کے اس قانون کی زد میں آئے ہیں کہ جب کوئی قوم وعدہ کر کے کوئی چیز طلب کرے اور اللہ اس کو ایسی نعمت عطا کر دے اور پھر وہ اس نعمت کی ناقدری اور وعدہ خلافی کرے، تو اللہ اُسے نفاق میں مبتلا کر دیتا ہے۔ سورۂ یونس میں ہے: ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (آیت:14) "پھر ہم نے ان کے بعد تم لوگوں کو ملک میں خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو۔" ہم نے نفاذِ اسلام کے وعدے کے باوجود اسلام سے انحراف کیا۔ آج پاکستان میں ہمیں اتنا بھی اسلام میسر نہیں ہے، جتنا اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں کو میسر ہے۔ حالانکہ اس آزاد خطے میں ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ ہم اسلام نافذ نہ کر سکیں۔ ہندوستان متحدہ حیثیت میں آزاد ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ یہاں ہندو اکثریت میں ہیں، اور مسلمان اقلیت ہیں۔ ہم یہاں اپنے دین اور نظام کو کیسے نافذ کریں۔ یہاں (پاکستان میں) تو 95 فیصد مسلمان ہیں، پھر بھی یہاں اسلام قائم کیوں نہیں ہے؟ کیا رکاوٹ ہے؟ کون ذمہ دار ہے؟ سیدھی سی بات ہے کہ ہمارے حکمرانوں کو اسلام نہیں چاہیے۔ ان کی ترجیح اسلام ہے ہی نہیں۔ ان کے لئے اور بہت سے مسائل ہیں۔ اسلام کے ہونے یا نہ ہونے سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمیں انگریز جو نظام دے گیا ہے (برٹش انڈیا ایکٹ 1935ء) پاکستان کے اکثر اداروں میں آج بھی وہی نظام چل رہا ہے کہ حکمرانوں کو وہی پسند ہے۔ ہاں! وہ اسلام کی تعریفوں کے پل باندھنے کے لئے کانفرنسیں منعقد کرا دیتے ہیں اور وہاں یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اسلام سے بہتر اور عادلانہ نظام کوئی نہیں ہے، اور اسی نظام میں ساری انسانیت کے مسائل کا حل موجود ہے۔ مگر یہ سب کچھ صرف زبانی جمع خرچ ہوتا ہے۔ باقی عملاً انہیں اسلام نہیں چاہیے۔ قوم بھی اسلام سے دور جا پڑی ہے۔ چنانچہ آج مرضِ نفاق پاکستان قوم کا ایک تشخص بن چکا ہے۔

حدیث میں منافقت کی جو علامات جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت آئی ہیں یہ بڑے وسیع تصورات ہیں۔ امانت صرف یہی نہیں ہے کہ میں نے کسی کو نقدی دی کہ سنبھال کے رکھو، دو مہینوں کے بعد میں لے لوں گا۔ حکومتی اور سرکاری عہدے بھی اصل میں امانت ہیں۔ اور اگر کسی شخص کو کوئی ذمہ داری دی گئی ہے اور وہ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہا تو وہ بھی خیانت کر رہا ہے۔ آج پاکستان میں سرکاری ملازمت کا مطلب کیا ہے؟ لوگ سرکاری ملازمت زیادہ کیوں چاہتے ہیں؟ اس لئے کہ وہاں مال سمیٹنے کے مواقع بہت زیادہ ہیں۔ سرکاری ملازمت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی حیثیت کا ناجائز فائدہ خوب اٹھاؤ اور دھیلے کا کام نہ کرو۔ آج کل سرکاری ملازمت میں عملاً یہی ہو رہا ہے۔ جھوٹ، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، اور ذرا ذرا سی بات پر آپے سے باہر ہو جانا، گالم گلوچ پر اتر آنا، مار پیٹ پر آ جانا، یہ منافقت کی نشانیاں ہیں جو حضور ﷺ نے بتائی تھیں۔ یہ سب جس آدمی کے اندر ہیں، وہ پکا منافق ہے، چاہے نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور اپنے آپ کو بڑا مسلمان سمجھتا ہو۔ یہ ہے آئینہ، جس میں ہم اپنی پوری قوم کی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ تو یہ منافقت گویا کسی اور کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ ہمارا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مرضِ نفاق سے بچائے۔ اس موضوع سے متعلق گفتگو آئندہ بھی ہوگی۔ ان شاء اللہ

☆☆☆

یہ بے سوادی، یہ کم نگاہی

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

کوٹ رادھا کشن میں مسیحی جوڑے کے زندہ جلا دیئے جانے والا واقعہ لرزہ خیز ہے۔ یہ صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ اسلام سے اس واقعے کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ ذمیوں کے حقوق کے حوالے سے اظہرمن الشمس، اسلامی تعلیمات میں بالکل واضح ہے کہ تاہم ایسے واقعات کے پس پردہ عوامل دیکھے جانے انتہائی ضروری ہیں۔ ایک ایسا ملک جو اقلیتوں کی جنت ہے کہ آسیہ بی بی پر سلمان تاثیر نے گورنر ہوتے ہوئے بھی اپنی جان نچھاور کر دی۔ قادیانیوں کو کھلی چھٹی ہے۔ اعلیٰ ترین مناصب پر براجمان ہیں۔ اقلیت بن کر محفوظ ترین ہیں۔ امریکہ یورپ ان کے حقوق کے لیے تڑپ تڑپ کر ہمیں ڈپٹتا رہتا ہے۔ اسلام آباد میں رمشا مسیح کو توہین قرآن کے واقعے پر سرکاری سطح سے جس طرح لرزتے ہوئے اس کی حفاظت یقینی بنائی گئی۔ ٹیلی ویژن خبرناموں پر اس کا ہیلی کاپٹروں میں اڑنا، بکتر بند گاڑی میں لایا جانا۔ مسیحی خلافت (ویٹیکن/ پوپ) اور یورپ، مغرب کا دباؤ۔ بہت جلد پورا خاندان کینیڈا بھجوا دیا گیا۔

اب بھی باوجود یکہ واقعہ ایک بھیانک جہالت کا شاخسانہ ہے۔ زندہ جلا دینے کا دیوانہ بھی جواز فراہم نہیں کر سکتا۔ تاہم باضابطہ (Panic) گھبراہٹ کے دورے کی سی کیفیت میں حکومت کا مبتلا ہو جانا عجب ہے۔ خودسوزیوں، قتل و غارت گری کے شکار ملک میں، واقعات کا ایسا نوٹس کبھی نہیں لیا جاتا۔ وزیر اعلیٰ نے فوری 50 لاکھ روپے، 10 ایکڑ اراضی کا اعلان کیا۔ عام پاکستانی جان کی تو اتنی وقعت نہیں ہے۔ ایسے واقعات پر جب وہ مسیحیوں سے متعلق ہوں تو مغرب ہماری جان کو آلیتا ہے۔ کیا یہی وہ بنیادی عنصر نہیں ہے جو امریکہ، یورپ کے ممالک کی شہریت حاصل کرنے کا لالچ پیدا کرتا ہے۔ رمشا مسیح کی طرح یکا یک کچی آبادی سے نکل کر شہ سرخیوں میں آنے کے بعد پورے خاندان کی لاٹری نکلنے کی ایک راہ سمجھا جاتا ہے۔ توہین قرآن و رسالت کر گزرو، زندگی کے دن پھر جائیں گے! یہ نہ جانتے ہوئے کہ ایسا بھیانک انجام بھی ممکن ہے کیونکہ یہ وہ حرکت ہے جس پر فوراً کمزور ترین ایمان والا بھی بھڑک اٹھتا ہے۔ بغیر سوچے سمجھے ہجوم بپھر اٹھتے ہیں۔ کچھ سازشی عناصر بھی جلتی پر تیل ڈال سکتے ہیں۔ لہٰذا ایسے واقعات کی روک تھام کے لیے ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کر کے پیش بندی کی ضرورت ہے۔

پاکستان میں عام حالات میں تو سب سے محفوظ غیر مسلم ہیں۔ اس کے بعد سیکولر، این جی اوز والے، لبرل کلاس ہے۔ چٹنی یا غریب غرباء کی بنتی ہے یا مدارس کے طلبہ کی۔ اسلام پسندی اور باعمل ہونے کا گراف جوں جوں اوپر جاتا ہے عدم تحفظ بڑھتا جاتا ہے۔ تا آنکہ ساری جیلیں، سارے حراستی مراکز پابند شرع، حفاظ قرآن جوانوں سے بھرے پڑے ہیں۔ زندہ جلایا جانا بہیمانہ فعل ہے۔ عالمی ضمیر اس پر تڑپ کر ہم پر دشنام طرازی کرے تو بجا۔ مگر برما میں جنونیوں نے ہزاروں مسلمانوں کو اس انجام سے دو چار کیا۔ بستیاں جلا دیں۔ بھری کشتیاں ڈبو دیں۔ اس پر اسی عالمی ضمیر نے سسکی تک نہ لی! اوباما خوشی خوشی اسی بہیمیت کے بیچ چھلانگیں لگاتا برما جا پہنچا۔ گاڑھی چھنتی رہی امریکہ برما کے درمیان۔ مسلمان جلائے تھے یا جنگل کی لکڑیاں۔۔۔؟ وہاں کوئی آنکھ نم نہ ہوئی؟ انسانی حقوق کی تنظیمیں نہ تڑپیں، نہ چلائیں۔ برطانیہ میں پاکستانی ڈاکٹر کی پوری فیملی اور کئی مسلمان خاندان زندہ جلائے گئے۔ وہاں کیمرون نہ پہنچا۔ بھارت میں ایسی کہانیاں خود مودی کے ہاتھوں جنم لے کر دفن بھی ہو چکیں۔ وہ عالمی لیڈر بنا دندناتا پھرتا ہے مغرب کی آنکھ کا تارا بنا۔ خون مسلمان کا ہو تو دنیا اندھی، بہری، گونگی، لولی لنگڑی ہو جاتی ہے! تُف بر تو اے بے ضمیریٔ عالم! اسی تسلسل میں اب انصاف کا ایک اور خون ہونے چلا ہے۔ بنگلہ دیش میں بیٹھی جلادہ حسینہ واجد نے ہماری خاموشی اور عالمی اداروں، ممالک کی بے رخی، بے حسی کے پردے میں لپٹی تھپکی محسوس کر کے غلام اعظم، ملا عبدالقادر اور مطیع الرحمٰن نظامی کے بعد قمر الزمان (جماعت اسلامی کے رہنما) کو پھانسی دینے کا اعلان فرما دیا ہے۔ خدانخواستہ انصاف کا مظلومانہ قتل ہوا تو ہمارا دامن چوتھی مرتبہ خون کے دھبوں سے داغدار ہوگا۔ یہ سب شہیدان وفا، پاکستان کی اسلامی شناخت اور دو قومی نظریے پر قربان ہوئے۔

پینٹا گون نے ہم پر افغانستان اور بھارت کے خلاف عسکریت پسندوں کے استعمال کرنے کا الزام لگایا ہے۔ اپنا گھر بار جن کی خاطر لٹا بیٹھے۔ ابھی اللہ کا غضب مول لے لے کر اپنے ہی مسلمان قبائل کو بمباریاں کر کر کے ان کا تورا بورا بنا چکے ہیں۔ انہیں اپنا دشمن بنا لیا جو ہمارے بہترین دوست بھی تھے، محافظ بھی، کشمیر ہمیں فتح کر کے دینے والے بھی۔ ہم نے احسان فراموشی اور برادر کشی کے ریکارڈ توڑ ڈالے۔ امریکہ کی خوشنودی کے لیے لڑتے لڑتے اپنی چونچ، دم سب ہی گنوا بیٹھے۔ اب وہ ہمیں بے ننگ و نام ٹھہرا رہا ہے! اب ہم امریکی سفیر طلب کر رہے ہیں دفتر خارجہ میں۔ جس دفتر کے کان پر ساڑھے تین سو ڈرون حملوں پر جوں نہ رینگی۔ مفت میں ہماری فضائی حدود پامال کرتے نیٹو سپلائز لے جاتے اڑتے پھرے۔ پاکستان کی خود مختاری کے پرخچے اڑا دیئے لیکن ہم نے امریکی سفیر کو کبھی میلی آنکھ سے نہ دیکھا! تاہم اب بھی یہ لاحاصل ہے کیونکہ وہ ہمیں ادائیگی کر کے جنگ ہم سے لڑوا رہے ہیں۔ لہٰذا مالکان، جنگ منیجر، عدم اطمینان کا اظہار تو کر ہی سکتے ہیں۔ برا نہ مانیے! نوکری تے نخرہ کی!

ملک بھر میں نصابوں پر جو نقب ہماری حکومتوں (صوبائی، وفاقی) کی ایماء پر لگائی جا رہی ہے وہ سنگین سے سنگین تر ہوتی جا رہی ہے۔ باشعور اساتذہ، طالبات، والدین سب ہی مضطرب ہیں۔ لُنڈے سے درآمد شدہ کتابیں اور نئی نویلی، مغرب سے تربیت پا کر آنے والی والے آلہ کار اساتذہ بھی فکر و نظر، اقدار کا جنازہ اٹھانے کا

سبب بن رہے ہیں۔ دارالحکومت کے سب سے پرانے گرلز کالج میں ہوم اکنامکس میں خاندان کے جو بہکے ہوئے تصورات فرسٹ ایئر کی ناپختہ طالبات کو پڑھائے جا رہے وہ پریشان کن ہیں۔ ایک عورت کئی مردوں سے شادی کر سکتی ہے۔ ایک چھت کے نیچے رہنے والے فیملی کہلاتے ہیں خواہ وہ بوائے فرینڈ، گرل فرینڈ رہ رہے ہوں، یا شوہر اور بیوی۔ دو مرد اکٹھے رہ کر بھی فیملی کہلا سکتے ہیں۔ نوٹس سے پڑھایا جا رہا ہے جس پر نمک مرچ مصالحہ استانی صاحبہ چھڑک کر کفر کی ذہنی آلودگی کی غلاظت بچیوں کے معصوم کچے ذہنوں میں انڈیل رہی ہیں۔ سیاسی دینی جماعتوں کو یک زبان ہو کر مسئلے کو پارلیمنٹ اور ہر فورم پر کما حقہ اٹھانا ہوگا۔ مسلم لیگ نظریۂ پاکستان بھلا کر صرف نظریۂ کرسی اور نظریۂ خوشنودئ مغرب پر جمی بیٹھی ہے۔ ایک قتل و غارت گری انسانی جانوں کا اتلاف کر رہی ہے اور دوسری جانب تعلیمی ادارے قتل گاہیں بن چکی ہیں۔ نسل نو خود سے بیگانہ، اپنی شناخت سے عاری، سر پر کھڑے بال مکھی نما داڑھی کا دھبہ ٹھوڑی پر سجائے، جینز میں پھنسے نوجوان! شباب جس کا ہو بے داغ ضرب ہو کاری، جیسے اہداف سے نابلد۔ زن، نازن ہوئی، ملک و ملت کو فاطمۃ الزہرۃ رضی اللہ عنہا کے سے کردار سے محروم کیے مغرب کے ایجنڈے خوب نبھا رہی ہے۔ سر پر کھڑے دشمنوں کا مقابلہ کیسے ہوگا؟ کون کرے گا؟ بلے، ہاکی، وکٹوں، بھنگڑوں، ڈھولوں سے؟ ابروں کے تیر کمان سے؟ ایک طرف گھر گھر آتی بلائیں دیکھئے، دوسری طرف اخلاق و کردار کا زوال اور ایمان و غیرت سے تہی دامنی دیکھئے۔ ہمیں تو جنگی بنیادوں پر اصلاح احوال کی ضرورت ہے! کفر نے ہم سے نمٹنے کا بندوبست نصابی زہر، موبائل نیٹ، لیپ ٹاپ سے امڈتی اخلاقی وباؤں کے ذریعے اور بے لگام میڈیا سے انتشار کا کیڑا پھیلا کر، کر لیا ہے۔

کچھ قدر تو نے اپنی نہ جانی
یہ بے سوادی، یہ کم نگاہی!

اطلاع

رفقاء و احباب نوٹ فرمائیں

تنظیم اسلامی کے منفرد اسرہ مردان کا دفتر دعا پلازہ شوگر ملز روڈ مردان سے درج ذیل مقام پر منتقل ہو گیا۔

تنظیم اسلامی، نعیم پلازہ، نزد اٹک پیٹرول پمپ،
بالمقابل پریمیئر شوگر ملز، نوشہرہ روڈ، مردان
فون: 0333-9000448

زندگی بامقصد گزاریے!

محمد کاشف اقبال

کامیابی کے لئے مقصد زندگی کا تعین بہت ضروری ہے۔ بے مقصد زندگی کے صبح و شام کرنے والے شخص کی مثال اس کھلاڑی کی سی ہے جو بڑی تیزی سے فٹ بال لئے دوڑ رہا ہو، لیکن اسے گول کرنے کی جگہ ہی معلوم نہ ہو۔ منزل کے تعین کے بغیر زندگی گزارنے والوں کو قرآن کریم یوں سمجھاتا ہے:

"بھلا کیا تم یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بے مقصد پیدا کر دیا اور تمہیں واپس ہمارے پاس نہیں لایا جائے گا"(المومنون:115)

بامقصد زندگی ہی انسانی بھاگ دوڑ کو جانوروں کے گھومنے پھرنے سے ممتاز کرتی ہے ورنہ اپنی منزل کو فراموش کر دینے والے کافروں کو تو قرآن کریم جانوروں کی مثل قرار دیتا ہے:

"اور جنہوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ (یہاں تو) مزے اڑا رہے ہیں اور اس طرح کھا رہے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم اُن کا آخری ٹھکانہ ہے۔"(سورہ محمد:12)

تاہم مقصد کے انتخاب میں چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہوتی

محض خواہش کا پورا ہو جانا ہی مقصد نہیں اور ہر خواہش کو پانے والے کو کامیاب بھی نہیں کہا جا سکتا۔ مثال سے سمجھئے۔ ایک شخص دکان میں داخل ہوتا ہے۔ اسلحہ کے زور پر دکان لوٹ لیتا ہے۔ مال و دولت حاصل کر کے فرار ہو جاتا ہے۔ اپنے مقصد (مال کے حصول) کو پورا کرنے والے اس شخص کو کیا کامیاب کہا جا سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس کا مقصد ہی درست نہیں تھا۔ انہی ناجائز اور غلط مقاصد کے پیچھے پڑنے والے افراد کی بے کار محنتوں کا قرآن کریم یوں ذکر کرتا ہے:

"بھلا بتاؤ کہ جس شخص کی نظروں میں اس کی بد عملی ہی خوشنما بنا کر پیش کی گئی ہو، جس کی بنا پر وہ اس بد عملی کو اچھا سمجھتا ہو (وہ نیک آدمی کے برابر کیسے ہو سکتا ہے)۔"(الفاطر:8)

مقصد کیا ہونا چاہیے؟

پست خیالی سے پرہیز لازم ہے۔ چند روزہ زندگی کی رونقوں اور مادی راحتوں کو اپنا مقصد نہ بنایا جائے بلکہ ان تمام راحتوں، آسائشوں اور نعمتوں کے خالق و مالک اللہ جل جلالہ کی رضا کو حاصل کرنا ہی زندگی کا مقصد ہونا چاہئے۔ یاد رکھیئے! اگر کسی کو انتہائی وافر دولت مل جائے......! عالی شان گھر نصیب ہو جائے......! پُرآسائش سواری میسر ہو جائے......! من پسند شریک حیات مل جائے......! قابل رشک منصب و عہدہ حاصل ہو جائے......! لیکن......! اسے اللہ تعالیٰ نہ ملے، اس کی خوشنودی عطا نہ ہو اور اس کی پسندیدگی نصیب نہ ہو، تو وہ شخص......! تہی دامن رہے گا......! سکون سے محروم رہے گا......! عزت کا متلاشی رہے گا......! خوشیوں کا پیاسا رہے گا......! کامیابی ڈھونڈتا رہے گا......! قرآن کہتا ہے:

"اور اللہ کی طرف سے خوشنودی تو سب سے بڑی چیز ہے (جو جنت والوں کو نصیب ہوگی) یہی تو زبردست کامیابی ہے۔"(التوبہ:72)

حدیث پاک میں ہے:

"اے آدم کے بیٹے! مجھے تلاش کر، پالے گا۔ اس لئے کہ اگر تم نے مجھے اپنا لیا تو ہر چیز کو حاصل کر لیا، اگر مجھ سے ہی محروم رہے تو ہر چیز کو کھو دیا۔ میں تو تمہارے لیے سب سے زیادہ محبوب ہوں۔"(بحوالہ تفسیر ابن کثیر، الانفال:28)

نبی کریم ﷺ ہمیں اپنے عمل سے یہ حقیقت سمجھا گئے کہ انسان کی وہ دوڑ دھوپ بہت قیمتی ہے جس سے وہ اپنے خالق کی چاہت کو حاصل کرے، پھر چاہے دنیا میں اس کا پھل ملے یا نہ ملے۔ پروا نہ ہونی چاہیے۔ آپ ؐ کا طائف کا مشہور سفر ذہنی اذیتوں اور جسمانی تکلیفوں سے بھرپور ہے، لیکن جب جوتے خون سے رنگین اور جسم مبارک کمزوری سے نڈھال ہو گیا تب بھی میرے نبی ﷺ کی زبان سے یہی الفاظ سنائی دیئے:

''اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی کی بھی پروا نہیں۔'' (زاد المعاد، ص25)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی رنگ میں رنگ گئے تھے۔ ان کی زندگی کی تمام دلچسپیاں اور خواہشیں صرف ایک اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر مرکوز ہوگئی تھیں۔ کامیابیاں اسی لئے ان کے قدم چومتی تھیں کہ انہوں نے کامیابی کے خزانے کے مالک کو اپنا مقصود بنالیا تھا۔ قرآن کریم گواہی دیتا ہے کہ ''وہ اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔'' (الفتح:29)

رضائے الٰہی کیسے حاصل کی جائے؟ اللہ تعالیٰ کی رضا صرف چند عبادات کی ادائی سے نہیں ملا کرتی، یہ وہ محبت ہے جو مکمل توجہ چاہتی ہے۔ لہٰذا ہر طرح کی نافرمانیوں اور گناہوں سے بچنے کی نیت کیجئے۔ یاد رکھئے! رات بھر کی تہجد آپ کو اللہ تعالیٰ سے اتنا قریب نہیں کرے گی جتنا ایک گناہ سے بچنے کے لئے خواہش کو دبانا آپ کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کردے گا۔ حدیث مبارکہ میں ہے: ''گناہوں سے بچو، سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔'' (الترمذی)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو بیش بہا فطری صلاحتیں عطا فرمائی ہیں ان کو درست سمت میں استعمال کیجئے۔

1 آپ میں تجارت کا ذوق ہے تو سچے اور امانت دار تاجر بن کر ملک وقوم کی خدمت کیجئے۔ قیامت میں آپ کو انبیاء کرام علیہم السلام کے قریب نشست ملے گی۔

2 آپ نوجوان ہیں، کسی کالج یا یونیورسٹی میں پڑھ رہے ہیں تو مسلمانوں کی خدمت کی نیت سے کسی فن میں انتہائی مہارت حاصل کیجئے اور غیروں کی محتاجی سے امت مسلمہ کو بچائیے۔

3 آپ صحافی یا ادیب ہیں، تو اپنے قلم کو امتِ مسلمہ کو بیدار کرنے کے لئے وقف کردیجئے۔ غفلت کی تہہ میں اٹے ہوئے حقائق کو صاف کرکے سامنے لائیے۔

4 اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا اہم ذریعہ اس کی مخلوق کو اللہ والا بنانا، بھٹکے ہوئے بندوں کو ان کے مالک سے ملانا، گناہوں کی آگ میں جلتے ہوئے معاشرے کو فرماں برداری کی خوشبوؤں سے مہکانا ہے۔ اس لیے دعوت الی اللہ کو اپنا مقصد بنائیے اور پیشہ وارانہ اور معاشرتی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اصلاحِ معاشرہ کی جدوجہد کیجئے۔ قرآن حکیم اس کام کو نبی کریم ﷺ کی اتباع کی نشانی قرار دیتا ہے:

''(اے پیغمبر) کہہ دو کہ یہ میرا راستہ ہے، میں بھی پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہوں، اور جنہوں نے میری پیروی کی ہے وہ بھی۔ اور اللہ (ہر قسم کے شرک سے) پاک ہے۔ اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔'' (یوسف:108)

اپنے مقصد کے لئے ٹھوس قدم بڑھایئے:

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''جو (منزل کھو جانے سے) ڈرتا ہے وہ رات کے ابتدائی حصہ ہی میں سفر شروع کردیتا ہے اور جو ایسا کرتا ہے وہ منزل پالیتا ہے۔'' (ترمذی) معارف الحدیث میں ہے: ''عرب کا عام دستور تھا کہ مسافروں کے قافلے رات کے آخری حصے میں چلتے تھے اور اس کی وجہ سے قزاقوں اور رہزنوں کے حملے عموماً سحر ہی میں ہوا کرتے تھے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ جس مسافر یا جس قافلے کو رہزنوں کے حملے کا خوف ہوتا وہ بجائے آخری رات کے شروع رات میں چل دیتا، اور اس تدبیر سے بحفاظت اپنی منزل پر پہنچ جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں اس مثال سے سمجھایا کہ جس طرح رہزنوں کے حملے سے ڈرنے والے مسافر، اپنے آرام، اور اپنی نیند کو قربان کرکے چل دیتے ہیں، اسی طرح اپنے انجام کی فکر رکھنے والے اور دوزخ سے ڈرنے والے مسافر آخرت کو چاہیے کہ اپنی منزل (یعنی جنت) تک پہنچنے کے لئے اپنی راحتوں اور خواہشوں کو قربان کرے اور منزل مقصود کی طرف تیز گامی سے چلے۔''

جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو اپنا مقصد بنالیا ہے تو اس کی تکمیل کے لئے ٹھوس قدم بڑھائیں۔ اس اہم ترین مقصد تک پہنچنے کے لئے آخر تک بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔ یاد رکھیے! کسی بھی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے چار مراحل ضرور طے کرنے پڑتے ہیں:

(1) پہلے اپنے اس کام کا مقصد مقرر کرنا!

(2) پھر اس کے مطابق وسائل پیدا کرنا،

(3) اپنے اندازِ فکر، قوت اور فطرت کے مطابق ٹھیک راستہ ڈھونڈنا، اور

(4) پھر مناسب قدم بڑھانا۔

حصولِ مقصد کے لئے علماء واہلِ بصیرت سے رجوع:

منزل کی راہ میں مشکلات کا پیش آنا اس کے حق ہونے کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ جب آپ نے رضائے الٰہی اور حصول جنت کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا ہے تو دنیاوی جھمیلوں، شیطانی وسوسوں، ذہنی تکلیفوں سے مت گھبرایئے۔ ان کے گھیرے میں آنے کے بعد سوچوں میں گھنٹوں گم رہنے کے بجائے مشورہ کرلیں لیکن مشورہ ان افراد سے کریں جو (1) دین دار (2) سمجھ دار (3) تجربہ کار اور (4) راز دار ہوں۔ ایسے افراد سے مشورہ آپ کو مقصد سے بھٹکنے سے بچا سکتا ہے۔ جب حضور ﷺ کی عمر مبارک 40 برس کے قریب ہوئی تو غار حرا جانے لگے۔ اس دوران میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سورۃ العلق کی ابتدائی آیات کی وحی لے کر آئے اور نبوت کی بھاری ذمہ داری آپؐ کے کاندھوں پر ڈالی گئی۔ آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور پہلے اپنی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعہ بتا کر مشورہ کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپؐ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو کہ عیسائیوں کے بڑے عالم تھے، اور عیسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے حقیقی مذہب پر قائم تھے۔ ورقہ نے حالات سن کر کہا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! آپ اس امت کے نبی ہیں، آپ کے پاس وہی فرشتہ آیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا۔'' (سیرت ابن ہشام)

اس واقعہ سے ہمیں جو سبق ملتا ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں: ''سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ کو ورقہ کے پاس لے جانے کے واقعے میں یہ اشارہ ہے کہ حیرت و اشتباہ کے وقت علماء اور اہلِ بصیرت سے مشورہ کرنا ضروری ہے، تاکہ مقصد کی طرف رہنمائی حاصل ہوسکے۔

مقصد کے لئے تڑپ پیدا کیجئے:

جب تک آپ اپنے مقصد کے لئے دیوانے نہیں ہوں گے سمجھ لیجئے آپ کی خواہش بالکل بے جان ارادے کی سی ہے جو کسی وقت بھی شک وشبہ کی آندھیوں میں دب سکتا ہے۔ اگر آپ اپنی منزل کو اپنی دل کی نگاہوں سے نہیں دیکھ سکے اور خواہش کی شدت روز بروز بڑھ نہیں رہی اور اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے آپ کا مقصود آپ کے سامنے نہیں ہے اور اگر اپنے وقت کا بیشتر حصہ آپ مقصدِ حیات کو حاصل کرنے میں صرف نہیں کرتے تو آپ یقیناً کامیاب نہیں ہوں گے۔ بہتر یہ ہے کہ

(1) مقاصد کو لکھ لیا جائے۔ جو بات صفحات کے حوالے کردی جاتی ہے وہ ذہن پر زیادہ دیرپا نقش چھوڑتی ہے۔

(2) ان لکھے ہوئے مقاصد کو بار بار پڑھیے۔ اگر ممکن ہو تو ہر روز صبح وشام چند منٹ کے لئے اس مقصد عظیم کو دہرا لیجئے۔

(3) سونے سے پہلے اپنے آپ سے کہیے ''میں اس مقصد کی خاطر ہر ممکن اور ضروری قدم اٹھاؤں گا۔ اس کے حصول کے لئے جسم وجان کی ساری قوتوں سے کام لوں

گا، جس قدر قربانیاں دینی پڑیں، دیتا چلا جاؤں گا۔'' جب آپ ان الفاظ کو بار بار دہرائیں گے تو خواب میں بھی کبھی کبھی ایک تصویر سی سامنے آ جائے گی جس میں آپ اس حالت میں ہوں گے گویا آپ کا مقصد حاصل ہو چکا ہے۔

زندہ مثال:

ماضی قریب میں حضرت مولانا الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ مقصد سے والہانہ لگاؤ کی بہترین مثال پیش کر گئے۔ آپ نے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے دین کی سربلندی اور مسلمانوں کی بیداری کو اپنا مشن بنایا اور پھر پوری تن دہی کے ساتھ مسنون اسلوب پر تبلیغ دین میں ساری صلاحیتیں لگا دیں۔ علامہ ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی سچی تڑپ بیان کرتے ہیں: ''مولانا نے ایک مرتبہ عشق کی یہ تعریف کی تھی کہ: آدمی کی لذتیں اور دلچسپیاں جو دنیا کی بہت سی چیزوں میں بٹی ہوئی ہیں سب نکل کر کسی ایک چیز میں سمٹ آئیں، یہی عشق ہے۔ ان کی ذکاوت حس سب طرف سے منتقل ہو کر اسی ایک چیز میں مرکوز ہو گئی تھی۔ بعض اوقات فرماتے مجھے مشغولیت کی وجہ سے بھوک کا احساس نہیں ہوتا۔ اسی عشق کا نتیجہ تھا کہ جب کسی میں کوئی خوبی، کمال...... جودتِ طبع (طبیعت کی تیزی)...... ذہانت...... یا مہارت ملاحظہ فرماتے تو فوراً ذہن دین کی خدمت کی طرف منتقل ہوتا اور یہ تمنا ہوتی کہ یہ کمال، یہ دولت، دین کے راستے میں صرف ہوتی اور اپنا رنگ لاتی۔''

مقصد میں کامیابی کے لئے دعا کرتے رہیے:

جب آپ کو یقین ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں بالکل صحیح اور مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہے تو اللہ تعالیٰ سے اپنی کامیابی کے لئے دعا کرتے رہیے۔ دعا سے آپ کو ذہنی اور قلبی طمانیت اور سکون حاصل ہوگا۔ مقاصد میں کامیابی کے لئے درج ذیل تین پُر اثر دعاؤں کو معمولات میں شامل کر لیجئے:

﴿رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرۃ:250)

''اے ہمارے پروردگار! صبر و استقلال کی صفت ہم پر انڈیل دے، ہمیں ثابت قدمی بخش دے، اور ہمیں اس کافر قوم کے مقابلے میں فتح و نصرت عطا فرما دے۔''

اس دعا کی برکت سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے طالوت کی قیادت میں بنی اسرائیل کے ایک چھوٹے سے لشکر کو ایک کافر و ظالم بادشاہ جالوت کی فوج پر فتح دی۔

دراصل زندگی کے ہر محاذ پر کامیابی کے لئے دو چیزیں ضروری ہوتی ہیں:

(1) ثابت قدمی و استقلال

(2) اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد

جس شخص کو یہ عظیم نعمتیں میسر آ جائیں، کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔

مشرک بادشاہ اور مشرکانہ رسومات سے بچنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر زندگی گزارنے کے خواہش مند چند لڑکے اپنا ملک چھوڑنے کو تیار ہو گئے، لیکن انہیں اپنی گزران بہت مشکل نظر آ رہی تھی۔ نہ کوئی جائے پناہ مل رہی تھی، نہ کوئی ذریعہ معاش ہی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی۔

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا﴾ (الکھف:10)

''اے ہمارے پروردگار! ہم پر خاص اپنے پاس سے رحمت نازل فرمائیے۔ اور ہماری اس صورت حال میں ہمارے لیے بھلائی کا راستہ مہیا فرمائیے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب کہف'' کی غیبی مدد فرمائی اور ایک غار میں تین سو سال تک انہیں آرام و اطمینان سے سلائے رکھا، نہ کپڑے پھٹے نہ جسم گلے۔

بسا اوقات انسان کو مقصد کا حصول ناممکن نظر آتا ہے۔ ایسے میں انسان اس حقیقت کو مدنظر رکھے کہ مشکلات کا خالق اور آسانیاں پیدا کرنے والا صرف اللہ ہی ہے۔ جس نے مشکل بنائی، وہ اُسے آسان بھی کر سکتا ہے۔ وہ لوہے کو پگھلانے والا، پہاڑوں کو ایک جھٹکے میں ریزہ کرنے والا، زندگی کے تمام مصائب کو راحت میں بدلنے کی بھی طاقت رکھتا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ ہمیں یہ دعا سکھا گئے:

((اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزَنَ اِذَاشِئْتَ سَهْلًا)) (ابن سنی)

''اے اللہ! کوئی کام بھی آسان نہیں سوائے اس کے جس کو تو آسان کر دے اور تو جب چاہے سنگلاخ زمینوں کو بھی نرم و ہموار کر دے۔''

تنظیمی اطلاعات

حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم ''مروٹ'' میں حاجی محمد ریاض کا بطور امیر تقرر

☆ امیر حلقہ پنجاب شرقی کی جانب سے مقامی تنظیم مروٹ میں تقرر امیر کے لئے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 30 اکتوبر 2014ء میں مشورہ کے بعد حاجی محمد ریاض کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم ''ہارون آباد شرقی'' میں رانا محمد عرفان کا بطور امیر تقرر

☆ امیر حلقہ پنجاب شرقی کی جانب سے مقامی تنظیم ہارون آباد شرقی میں تقرر امیر کے لئے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 30 اکتوبر 2014ء میں مشورہ کے بعد رانا محمد عرفان کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب شمالی کی مقامی تنظیم ''چکلالہ'' میں سلیم احمد کا بطور امیر تقرر

☆ ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم چکلالہ میں تقرر امیر کے لئے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 30 اکتوبر 2014ء میں مشورہ کے بعد سلیم احمد کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''چوکی'' کی تحلیل

☆ امیر حلقہ پنجاب شرقی کی طرف سے تجویز آئی ہے کہ مقامی تنظیم چوکی کے موجودہ امیر لاہور اور ان کے معاون کراچی منتقل ہو گئے ہیں۔ اب مقامی تنظیم کے معاملات چلانے کے لئے کوئی رفیق موجود نہیں ہے۔ اس لئے مذکورہ تنظیم کو تحلیل کر کے اسے منفرد اسرہ قرار دیا جائے۔ امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 30 اکتوبر 2014ء میں مشورہ کے بعد امیر حلقہ کی تجویز منظور فرمائی۔

تبدیلئ نصاب: وزیر اعظم کا انوکھا حکم

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محبوب الحق عاجز

ہمارے نصاب تعلیم کی بنیاد ہر حال میں اسلام ہونی چاہیے

نصاب تعلیم میں تبدیلی ہمیں دین سے پھیرنے کی منظم کوشش ہے

پلورل ازم پاکستان کے لیے سیکولرازم سے بھی زیادہ خطرناک ہے

مروجہ جمہوریت اسلام کے مزاج سے موافقت نہیں رکھتی

مہمانانِ گرامی:
پروفیسر غالب عطاء: شعبہ ایڈمنسٹریٹو سائنسز (پنجاب یونیورسٹی)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

سوال: وزیر اعظم صاحب نے نصاب تعلیم میں فوری اور ہنگامی تبدیلیاں لانے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جمہوریت، عدلیہ اور انتخابات کے موضوعات کو شامل نصاب کیا جائے۔ آپ یہ بتائیں کہ جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے کیا ہمارے حکمرانوں کا رویہ ان باتوں سے مطابقت رکھتا ہے؟

غالب عطاء: تعلیم کے شعبہ میں ہمارے حکمران جن خیالات وتصورات کو رائج کرنا چاہتے ہیں وہ خود ان رویوں کے مطابق ہیں یا نہیں، میرے خیال میں یہ بعد کا سوال ہے۔ پہلا سوال یہ ہونا چاہیے کہ اصل میں یہ رویے ہیں کیا؟ یعنی جمہوریت، آزادی اظہار اور عدلیہ کا اصل کردار کیا ہے۔ پہلے ہمیں یہ پتہ ہونا چاہیے اور پھر جو تصورات وہ رائج کرنا چاہتے ہیں اُن کی تفصیلات دیکھی جائیں۔ حکمران جمہوری رویوں کی بات کرتے ہیں۔ دراصل مسلم لیگ کی حکومت ایک مرتبہ ملٹری ڈکٹیٹر کے ہاتھوں ہٹائی جا چکی ہے۔ اور اب جب دوبارہ ان کی حکومت آئی تو انہیں اس بات کا خوف تھا کہ ملٹری شاید ان کے ساتھ ایک تصادم کی سی حالت میں ہو گی۔ عمران خان اور طاہر القادری کے جو دھرنے ہوئے ان کے بارے میں بھی یہی کہا گیا کہ ان کے پیچھے فوج ہے۔ ہمارے مختلف ٹی وی چینلز بھی یہ پروپیگنڈا کر رہے تھے کہ پردے کے پیچھے آرمی کام کر رہی ہے اور پھر حامد میر کا جو واقعہ پیش آیا اس حوالے سے بھی آرمی کے خلاف ایک مہم چل رہی تھی۔ ان واقعات کو سامنے رکھیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ نواز شریف جمہوریت کے حوالے سے جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اس کے پیچھے اصل مقاصد اور وجوہات کیا ہیں۔ نواز شریف ضیاء الحق کی پیداوار ہیں۔ پنجاب کے سابق گورنر غلام جیلانی کے یہ Hand Picked آدمی ہیں اور گجرات کے چودھریوں کی آغوش میں ان کی تربیت ہوئی ہے۔ وہ یہ بنیادیں لے کر تناور درخت بنے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا جمہوری رویہ ایسا رویہ ہوتا ہے؟ کیا ایسے جمہوری رویوں کی بنیاد پر جمہوریت کو نظام تعلیم کا حصہ بنا دیا جائے؟ نواز شریف کا ماضی اس چیز کی غمازی کرتا ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔ انھوں نے خود جمہوریت اور عدلیہ کے ساتھ ماضی میں کیا کیا۔ آپ کو یاد ہو گا نواز شریف نے پچھلے دور میں عدلیہ پر حملہ کروایا تھا۔ جب تک عدلیہ ان کے حق میں ہوتی ہے، عدلیہ کے ساتھ ان کا رویہ اچھا ہوتا ہے۔ جب عدلیہ ان کے خلاف ہوتی ہے تو ان کا رویہ مختلف ہوتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ اس معاشرے اور نصاب تعلیم میں تین فکری تبدیلیاں لے کر آنا چاہتے ہیں۔ بچوں کو بچپن سے جمہوریت کے بارے میں پڑھایا جائے، تاکہ وہ غیر جمہوری رویے کو اس طرح ناپسند کریں جیسے یہ کوئی حرام چیز ہوتی ہے۔ یعنی وہ جمہوریت کو دین کے نعم البدل کے طور پر پڑھانا چاہتے ہیں۔ پھر یہ کہ ہماری عدلیہ انگریزوں کے بنائے ہوئے قوانین پر کھڑی ہے عدلیہ کے مضمون کو شامل نصاب کرنے سے بچے، اس کے خلاف بات کرنے کو حرام سمجھیں گے۔ اسی طرح آزادئ اظہار کا مروجہ مفہوم بھی بے لگام آزادی ہے کہ چاہے کوئی بدبخت نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی بھی کر بیٹھے، آزادی اظہار پر کوئی آنچ نہ آئے۔ تو یہ وہ فکری تبدیلیاں ہیں جو وہ لانا چاہتے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے حکمرانوں کا رویہ خود بہت غیر جمہوری ہے۔ اگر وہ نوجوان نسل کو بچپن سے جمہوریت کا سبق دیں گے تو آنے والی نسل تو سب سے پہلے نواز شریف کے خلاف کھڑی ہو جائے گی۔ اس لیے کہ وہ خود چھانگا مانگا والی جمہوریت کے عادی ہیں، پھر وہ سپریم کورٹ پر حملے کرواتے رہے ہیں۔ اگر اُس وقت جج حضرات بھاگ نہ جاتے تو شاید ان میں سے کسی کی جان چلی جاتی۔ عدلیہ کی سب سے بڑی توہین یہ ہے کہ عدلیہ کے فیصلوں پر عمل نہ کیا جائے۔ ہمارے سیاستدانوں کا یہ رجحان رہا ہے کہ وہ عدالتوں سے اپنے من پسند فیصلے کروانا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف عدلیہ کی بنیادیں بھی اسی پرانے نظام کے تحت ہیں اور وہ بھی زیادہ تر نظریہ ضرورت پر چلنے والی عدالتیں ہیں۔ کچھ عرصہ قبل آزاد عدلیہ کی جو

تحریک چلی تھی وہ بھی ایک شخص کی آزادی ثابت ہوئی۔ اور پھر وہ اسے مادر پدر آزادی بناتے چلے گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جمہوریت میں بنیادی سطح پر ہمیں چند فوائد بھی نظر آتے ہیں۔ مغرب نے اگر جمہوریت کو اپنایا ہے تو کچھ فوائد بھی حاصل کیے ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے مروجہ جمہوریت اسلام کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اگر ہم اپنے بچوں کو وہ چیز پڑھائیں گے جو اسلام کے مزاج کے مطابق نہیں ہے تو اِس کے نتیجے میں نظریاتی وفکری سطح پر کنفیوژن پھیلے گا۔

سوال: وزیراعظم صاحب نے پلورل ازم (کثیر المدنیت) کو بھی رائج کرنے کا کہا ہے۔ آپ کے خیال میں اس سے ان کی کیا مراد ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جس پلورل ازم کو میں سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک ایسی سوسائٹی قائم کرنا جو کثیر المذاہب ہو، کثیر الافکار ہو اور جس میں مختلف زاویہ نگاہ رکھنے والے لوگ ایک جگہ پر جمع ہو جائیں۔ نصاب تعلیم کے بارے میں مشہور کالم نویس نذیر ناجی نے کالم لکھا ہے اور اس میں انھوں نے نواز شریف کے اس اقدام کو بہت سراہا ہے اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ نواز شریف نے جو یہ قدم اُٹھایا ہے یہ ایک سنہری قدم ہے اور سونے میں تولنے کے قابل ہے۔ اس سے ہمیں اکبر اعظم یاد آتا ہے جس نے سارے معاشرے کو ایک کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو پلورل ازم کی بات نہایت خطرناک رجحانات اور عزائم کی عکاس ہے۔ آپ اندازہ کیجیے کہ ایسا نصاب تعلیم اُس مملکت میں پڑھایا جائے گا جو حاصل ہی اِس بنیاد پر کی گئی تھی کہ ہمارا دین ہندوؤں اور دوسری غیر مسلم اقوام سے مختلف ہے۔ ہمارا کلچر، ہماری سوسائٹی، ہماری بود و باش اور رہن سہن دوسروں سے بالکل جدا ہے۔ اگر ہم نے یہی سبق اپنے بچوں کو پڑھانا تھا کہ ہمیں ایک ایسی سوسائٹی قائم کرنی ہے جو کثیر المذاہب اور مختلف زاویہ نگاہ رکھنے والے لوگوں پر مشتمل ہو، ایسے لوگ جو ایک دوسرے میں ضم ہو جائیں تو پھر نظریہ کی بنیاد پر علیحدہ مملکت بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ نذیر ناجی نے بالکل صحیح مثال دی ہے کہ اکبر نے دین الٰہی نافذ کرنے کی جو کوشش کی تھی نواز شریف کا یہ اقدام اُسی قسم کی کوشش ہے کہ سب راضی وخوش ہو جائیں، تمام مذاہب کو ملا کر رکھا جائے، تاکہ نہ ہندوؤں کی مسلمانوں سے کوئی دشمنی رہے اور نہ مسلمانوں کی ہندوؤں سے کوئی دشمنی ہو۔ وزیراعظم کا یہ اقدام پاکستان کی اساس اور نظریاتی شناخت کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ سیکولرازم پاکستان کے لیے اتنا خطرناک نہیں جتنا یہ پلورل ازم ہمارے لیے خطرناک ثابت ہوگا۔ یہ تو پاکستان کی بنیاد کو ڈھا دینے والی بات ہے۔ اس سے بہتر تھا کہ ہم صاف صاف اعتراف کر لیتے کہ ہم نے پاکستان غلط بنایا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب کانگریس نے 1937ء کا الیکشن جیتا تھا تو اس نے مسلمانوں کو کس قسم کی ''رواداری'' دکھائی تھی۔ اسی ''کانگریسی رواداری'' کی وجہ سے مسلم لیگ 1946ء کا الیکشن جیت گئی تھی۔ لہٰذا جب آپ مسلمانوں کو کسی دوسری قوم سے ملانے کی کوشش کریں گے تو یہ اسلام کی بنیاد کے خلاف ہوگا۔ یہ پاکستان کے وجود کی نفی کرنے والی بات ہے۔ اگر ہم پلورل ازم کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں تو پاکستان اپنے وجود کا جواز کھو دے گا۔

سوال: اگر ہم نصاب تعلیم میں تبدیلیاں کریں اور بچوں کو جمہوریت، عدلیہ اور انتخابات کے حوالے سے شروع سے ہی تعلیم دینا شروع کر دیں، دوسری طرف ہمارے سیاستدانوں کا کردار بالکل اس کے برعکس چلتا رہے تو کیا نوجوان نسل ان کے کردار پر بچپن سے ہی تھو تھو کرنا شروع نہ کردے گی۔ اس پر آپ کیا کہیں گے؟

غالب عطاء: بظاہر یہ بڑی اچھی چیز نظر آتی ہے لیکن اگر ہم پاکستان کی پوری تاریخ اور نصاب تعلیم میں ہونے والی تبدیلیوں پر نظر ڈالیں تو بات واضح ہو جائے گی۔ ہمارے نصاب تعلیم میں بنیادی تبدیلیاں ضیاء الحق کے دور میں ہوئیں۔ اس دور میں پاکستان کی اسلامی اساس کو اجاگر کیا گیا۔ نظریۂ پاکستان کو نصاب کا حصہ بنایا گیا تھا۔ ایک وقت ایسا تھا کہ پاکستان میں شراب کھلے عام ملا کرتی تھی۔ اسی طرح جوا، سٹہ وغیرہ سب کچھ چل رہا تھا۔ اس وقت تک ہمارے دفاعی اداروں کی اُٹھان بھی کچھ اسی قسم کی تھی۔ ضیاء الحق کے دور میں ایک نئی حقیقت ہمارے سامنے آئی کہ روس نے افغانستان پر حملہ کر دیا تھا۔ ضیاء الحق نے تب اپنے عسکری اداروں کو ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کا نیا نعرہ دیا۔ جو چیز انھوں نے آرمی کا قبلہ درست کرنے کے لیے تجویز کی وہی چیز نظام تعلیم میں بھی آئی۔ یعنی جہاد کا مواد نصاب میں شامل کیا گیا اور نظریۂ پاکستان کو اسلام کے ساتھ جوڑا اور ہم آہنگ کیا گیا، دوقومی نظریہ کو نصاب تعلیم میں شامل کیا گیا۔ یہ سب کچھ ضیاء الحق کے دور میں ہوا۔ اس کے نتیجے میں یہاں پر جہاد کی ایک پوری فضا بنائی گئی۔ ساری دنیا کے مجاہدین یہاں آئے۔ اس وقت جو بھی اسلام اور جہاد کے حوالے سے مہم چلی وہ ہمارے نصاب تعلیم کا حصہ بنی۔ اگر یہ چیز قدرتی ہوتی تو اس کے اثرات ظاہر ہوتے اور اس سے اسلامی نظام کی طرف پیش رفت ہوتی، اور یہاں پر دین الٰہی کو نافذ کیا جاتا، نہ کہ لوگوں کی آراء کو۔ اس وقت دنیا میں فضا تبدیل ہوتی نظر آ رہی ہے۔ جو پچھلے دور کے مجاہدین تھے وہ اس وقت سب سے بڑے دہشت گرد ہیں۔ چنانچہ اب امریکہ کے مفادات کے تحفظ کے لیے نظریۂ پاکستان سے یوٹرن لینے کی ضرورت تھی۔ چونکہ پاکستان وہ جگہ تھی جہاں پر جہاد کی تعلیم دی گئی۔ یہاں سے اسلام کے شرعی حکم کی آبیاری ہوئی ہے تو بدلتی ہوئی عالمی فضا کے پیش نظر اب اسی کے اندر یہ چیز بھی ڈالنا ضروری تھی کہ (معاذ اللہ) جہاد تو دہشت گردی ہے۔ یہ تو انسانوں پر بڑا ظلم ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ اغیار کے ایجنڈے کے تحت اب ہمیں دوبارہ سے نظام تعلیم کو تبدیل کرنا اور سارے قوانین بنانا ہیں۔ جب آپ بچپن سے بچے کو یہ تعلیم دینا شروع کر دیں گے کہ جمہوریت مقدس گائے ہے، عدلیہ کے قوانین اور آئین کی پاسداری میں ہی ہماری فلاح ہے، تو وہ قرآن حکیم ہے اور نبی پاکؐ کی تعلیمات سے دور ہو جائے گا۔ آپؐ کی حیات طیبہ اُس کے لیے عملی نمونہ نہیں رہے گی۔ یہ وہی بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان کی کہ یہ کفار تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک یہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر نہ دیں۔ نصاب تعلیم میں یہ تبدیلی ہمیں دین سے پھیرنے کی منظم کوشش ہے، تاکہ ہمارا نظام تعلیم انگریزوں اور کفار کو پسند آ جائے اور ہم خلافت کی بات نہ کریں، ہم آزادی اظہار پر اللہ و رسول ﷺ کے احکامات کو ترجیح دینے کی بات نہ کریں۔ ہم اس چیز سے بالکل ہی ہٹ جائیں۔

سوال: اگر ہمارے حکمران پلورل ازم والا نظام تعلیم نافذ کر دیتے ہیں تو کیا انڈیا بھی اسی طرح پاکستان کو جواب دے گا؟ کیونکہ ہمارے کئی دانشور سانحہ واہگہ بارڈر سانحہ کا الزام انڈیا پر لگا رہے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: آپ نے انڈیا کے respond کرنے کی بات کی ہے۔ اس حوالے سے میں یہی کہوں گا کہ موجودہ حکمرانوں کا رویہ حکومت میں آنے کے وقت سے انڈیا کے ساتھ انتہائی والہانہ بلکہ پاؤں پڑنے والا تھا۔

ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ طاقت ہمیشہ پاؤں پڑنے والوں کو ٹھوکر مارتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بھارت اس وقت ایک بڑی عسکری طاقت اور بڑا ملک ہے۔ دوسری طرف ہم اپنی غلطیوں کی وجہ سے دنیا میں تنہا ہو چکے ہیں۔ نواز شریف تو نریندر مودی کی والدہ کو ساڑھی بھجوا رہے ہیں، آموں کی پیٹیاں بھجوا رہے ہیں، جبکہ جواب میں وہ ہمیں سیلابی پانی بھیج رہے ہیں۔ بدقسمتی سے نواز شریف انہیں یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ ''ہم تم سے الگ نہیں ہیں''۔ یعنی ہم نے پاکستان بنا کر جو غلطی کی تھی، اس پر ہم آپ سے معذرت کرتے ہیں۔ آپ بس اتنا کیجیے کہ اس لکیر کو قبول کر لیجیے۔ اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کی سوسائٹی کو اپنی سوسائٹی میں ضم کرنے کے لیے بھی تیار ہیں۔ ہم اور آپ ایک ہیں۔ کوئی فکری اختلاف ہم میں نہیں ہے، کوئی ذہنی اور سیاسی اختلاف نہیں ہے۔ آپ کے ہاں بھی جمہوریت ہے، ہم بھی جمہوریت کو مضبوط کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس وقت اس طرح کا تاثر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ آپ بڑے ہیں، ہم آپ کے زیر سایہ اور آپ کے ساتھ مل کر رہنا چاہتے ہیں۔ وزیراعظم کو شاید معلوم نہیں کہ طاقت کبھی کمزور کو قبول نہیں کرتی، بلکہ ہمیشہ اپنا غلبہ چاہتی ہے۔ منتیں ترلے کرنے سے طاقتور کا دل نہیں پسیجا کرتا اور منتوں ترلوں اور معذرتوں سے طاقتور کا ذہن نہیں بدلا جا سکتا۔

سوال : نصاب تعلیم میں تبدیلی کی بجائے اگر پورے ملک میں یکساں نظام تعلیم ہی رائج کر دیا جائے تو کیا یہ بہت بڑی خدمت نہیں ہوگی؟

غالب عطاء : یہ بہت بڑی خدمت ہو سکتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ وہ یکساں نظام تعلیم کیا ہو؟ 1947ء سے لے کر آج تک پاکستان کے پاس کوئی تعلیمی پالیسی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں ہر طرح کا سکول موجود ہے۔ اگر آپ ان سکولوں کو شمار کرنا شروع کر دیں تو وہ کچھ اس طرح ہیں کہ کچھ سکولوں کی اوریجن پاکستان سے باہر ہے۔ ان کا شمار پاکستان کے مشہور سکولوں میں ہوتا ہے۔ ان کی فیسیں بھی بے تحاشا ہیں۔ ان کے اساتذہ بھی باہر سے آ رہے ہیں۔ ان کا نصاب تعلیم بھی باہر سے آ رہا ہے اور ان کی کتابیں بھی باہر سے چھپ کے آتی ہیں۔ اس کے بعد وہ سکول آتے ہیں جن کی اوریجن تو یہیں سے ہے، لیکن وہ ہنس کی چال چلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پھر اس کے بعد حکومت کے زیر نگرانی چلنے والے سکولز ہیں۔ ان کی حالت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ پھر ہمارے دینی مدارس ہیں۔ تو ہمارے سامنے کم از کم چار قسم کے نظام ہائے تعلیم موجود ہیں۔ اور یہ سب سیکولر اور نظریاتی بنیاد پر منقسم ہیں۔ یعنی مدرسہ میں اسلام کی ساری چیزوں کو پڑھایا جاتا ہے لیکن موجودہ دور کے کیا مسائل ہیں، ان کا اسلام کس طور سے حل پیش کرتا ہے یا اس وقت جس نظام کے تحت ہم زندگی گزار رہے ہیں یہ نظام کس طرح اسلام سے براہ راست متصادم ہے، یہ تعلیم مدرسہ کے طالب علم کو براہِ راست نہیں دی جاتی۔ پھر دوسرے ملکوں سے تعلقات، قانون وغیرہ ہمارے مدارس کا موضوع نہیں ہیں۔ دور حاضر کے مسائل کا اسلام کیا حل پیش کرتا ہے ایسی کوئی ڈسکشن مدارس میں نہیں ہوتی۔ دوسری طرف عصری تعلیم کے سکولوں میں سوائے اسلام کے ہر طرح کی تعلیم مل جائے گی مگر اللہ اور رسول ﷺ نے کیا احکامات دیے ہیں یہ نہیں بتایا جائے گا۔ بلاشبہ ملک میں یکساں نظام تعلیم ہونا ضروری ہے، لیکن اس وقت عملاً جو نظام تعلیم چل رہا ہے یہ بالکل سیکولر ہے۔ یقیناً ہمیں یکساں نظام تعلیم چاہیے۔ اگر ہم پلورل ازم کی طرف چل پڑتے ہیں تو بھارت ہم سے بہت خوش ہو گا کہ جو Pluralistic نظام تعلیم تمہارے پاس ہے، وہی ہمارے پاس بھی ہے۔ یعنی اگر کوئی نظام سود سے پاک بینکاری سسٹم دینا چاہتا ہے تو وہ بھی ٹھیک ہے اور جو سودی بینکاری سسٹم دینا چاہتا ہے وہ بھی ٹھیک ہے۔ یہ ہے پلورل ازم۔ اسی طرح اگر کوئی نکاح کے ذریعے شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی ٹھیک ہے اور جو بغیر نکاح کے رہنا چاہتا ہے وہ بھی ٹھیک ہے۔ کوئی ہم جنس پرستی کے تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے وہ بھی ٹھیک ہے۔ تو ایسی سوسائٹی کو وہ Highly tolerant sociaty کہتے ہیں۔ یعنی شریعت کے قوانین کو توڑنے پر لوگ قوت برداشت پیدا کریں۔ اگر کسی نے رسول مکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے تو (معاذ اللہ) اس کو بھی لوگ برداشت کریں۔ گستاخ کی گردن مارنے کے بارے میں نہ سوچیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ پہلے یکساں نصاب بنایا جائے۔ یہ نصاب نہ تو ہو بہو مدارس والا ہو اور نہ صرف سکولوں والا ہی۔ بلکہ دونوں کو اکٹھا کر کے یکساں نصاب بنایا جائے اور پھر اس کو رائج کیا جائے۔ ہمارے نصاب کی اساس ہر حال میں اسلامی نظریہ ہونی چاہیے۔

سوال : موجودہ نظام تعلیم میں بہتری لانے کے لیے آپ کیا تجاویز دیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: غالب عطاء صاحب نے مدارس کے حوالے سے بات کی تو مجھے ذاتی طور پر اس معاملے میں ایک تجربہ ہوا ہے۔ لاہور کے ایک بڑے مدرسہ سے فارغ التحصیل فاضل سے میری ملاقات ہوئی۔ وہ نئے نئے ہی فارغ ہوئے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کا کورس کتنے عرصے کا ہے۔ انھوں نے کہا کہ 8 سال کا۔ میں نے پوچھا کہ اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ ایک جملے میں یہ بتائیں کہ 8 سال میں کون سی بنیادی چیز تھی جو آپ کے ذہن میں بٹھائی گئی۔ اس نے کہا کہ 8 سال میں یہ بات ہمارے ذہن میں بٹھائی گئی ہے کہ ''اپنے مسلک کو دانتوں سے پکڑ لو، اسے کبھی نہ چھوڑو''۔ تو یہ ہے ہمارے دینی مدارس کا معیارِ تعلیم۔ تعلیم کی اہمیت کے بارے میں میں چند مثالیں دوں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک صحابی کا نکاح پڑھایا اور حق مہر رکھا کہ تم اسے قرآن پاک پڑھاؤ۔ اسیران بدر میں کئی قیدیوں کا فدیہ تعلیم دینا قرار پایا۔ تو ہمارے دین میں تعلیم کی بے حد اہمیت ہے۔ اس بارے میں جاپانیوں کی مثال دیتا ہوں۔ جب اتحادیوں نے جاپان کو فتح کیا تو گول میز کانفرنس ہوئی، جس میں یہ طے کرنا تھا کہ اب کیا ہونا چاہیے، تو شہنشاہ جاپان نے کہا کہ ہمیں آپ کی تمام باتیں قبول ہیں، کیونکہ آپ فاتح ہیں اور ہم مفتوح ہیں۔ لیکن ایک بات میں آپ کی کسی قیمت پر نہیں مانوں گا۔ وہ یہ کہ میں اپنے نصاب تعلیم میں کوئی تبدیلی قبول کر لوں۔ جان لیجیے کہ نصاب تعلیم کی بنیاد پر قوم کا مستقبل استوار ہوتا ہے۔ پاکستان جس بنیاد پر بنا تھا وہ نظریاتی تھی۔ قائداعظم نے پاکستان کے لئے سیکولر کا لفظ کبھی نہ اپنی منہ سے نکالا اور نہ تحریر کیا۔ یہ طے شدہ بات تھی کہ جس ملک میں 97 فیصد مسلمان ہوں گے وہاں پر اسلامی نظام رائج ہوگا۔ لیکن اس طے شدہ بات سے ہم نے انحراف کیا۔ اگر ہمارے حکمران آغاز ہی سے اسلامی تعلیمات کو بنیاد بنا کر نصاب تعلیم مرتب کرتے تو سقوط ڈھاکا کا سانحہ پیش نہ آتا۔ ہم نے دو اینٹوں (مشرقی اور مغربی پاکستان) کے درمیان سے اسلام کا سیمنٹ نکال دیا۔ نتیجہ ملک کے ٹوٹنے کی صورت میں نکلا۔ اگر ہم عربی کی تعلیم کو آغاز ہی سے لازم کر دیتے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ آج آپ اور میں جس طرح انگریزی بول سکتے ہیں اسی طرح عربی بھی بول رہے ہوتے اور قرآن پاک کو ہم سمجھ کر پڑھتے۔ حدیث مبارکہ کو

سمجھنے کے قابل ہوتے اور ترجمہ کی ضرورت پیش نہ آتی۔ ہم کسی کی عینک لگا کر نہ پڑھتے۔ تو ہم سے یہ بہت بڑی غلطی ہوئی۔ ہم اسلام سے انحراف کے رویوں کو ختم کرنے کی بجائے اس انحراف کو بڑھاتے چلے جا رہے ہیں۔

غالب عطاء: انگریزوں نے برصغیر آ کر یہاں مدارس کے نظام تعلیم کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا۔ یہاں کا دستور تھا کہ مدارس کے قیام کے ساتھ ہی انہیں ایک قطعہ زمین دیا جاتا تھا۔ اس قطعہ سے جو کچھ پیداوار ہوتی تھی وہ اس مدرسے کے اساتذہ اور بچوں کی تعلیم پر خرچ کی جاتی تھی۔ یعنی انھیں معاشی طور پر خود کفیل بنا دیا گیا تھا۔ انگریزوں نے آ کر یہ کیا کہ سب سے پہلے مدارس سے وہ زمین لے لی۔ جب اِس پر شور مچا تو انھوں نے کہا کہ ہم آپ کو اس کی Payment کریں گے اور مدارس کا خرچہ ہم خود برداشت کریں گے۔ انھوں نے شروع میں سو روپے کی بجائے نوے روپے دینا شروع کر دیا۔ ہر سال اس کا بجٹ گھٹاتے چلے گئے۔ نتیجتاً مدارس چندے پر چلنا شروع ہو گئے۔ انھوں نے ایک اور غلط کام یہ کیا کہ وہ دنیاوی تعلیم جس کے ذریعے سے ملازمتیں مل سکتی تھیں اور طلبہ معاشی طور پر معاشرے کے کارآمد فرد بن سکتے تھے وہ نصاب سے خارج کر دی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ نصاب کا حصہ تھی۔ مدارس کا وہ نصاب تعلیم دینی اور دنیاوی تعلیم کا پورا پیکج اپنے اندر رکھتا تھا۔ نصاب تعلیم میں اگر کوئی تبدیلی کرنی ہے تو ملک کی معیشت، معاشرت، سیاست، خارجہ پالیسی، داخلہ پالیسی غرضکہ ہر چیز کو اسلام کے ساتھ جوڑا جائے۔ سکولوں میں پہلی سے دسویں جماعت تک قرآن وسنت کی مکمل تعلیم دی جانی چاہیے۔ پندرہ سال تک کی عمر تک یہ مکمل نصاب پڑھا دینا چاہیے۔ کیونکہ بلوغت کے بعد ایک مسلمان تمام احکامات کا مکلف ہو جاتا ہے۔ جیسے ایک غزوہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے 15 سال اور اس سے بڑی عمر کے لوگوں سے فرمایا تھا کہ جہاد آپ پر فرض ہے۔ جہاد کرنے والے آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلام کے تمام احکامات کو جانتا ہو اور ان پر عمل پیرا ہو۔ اس کے علاوہ مدارس میں بھی سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم شروع کی جائے، تاکہ مدرسہ کے طلبہ بھی پوری طرح مختلف مہارتوں کے اہل ہوں اور ان کو اسلام کی بات کرنے کے لیے لوگوں کے چندے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

☆☆☆

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عظیم معمار:

سید جمال الدین افغانی

طاہر چودھری

"میں ظالم اور مظلوم دونوں سے دشمنی رکھتا ہوں۔ ظالم سے اس لئے کہ وہ ظلم کرتا ہے اور مظلوم سے اس لئے کہ وہ ظلم قبول کر کے ظالم کو ظلم کرنے پر آمادہ رکھتا ہے۔" یہ طاقتور الفاظ جن کے اثر سے مظلوم طبقے کی روحیں تک متاثر ہوئے بغیر نہ رہیں، جدید مسلم تاریخ کے عظیم ہیرو اور مسلم نشاۃ ثانیہ کے لئے کام کا آغاز کرنے والے عظیم معمار سید جمال الدین افغانی کے ہیں۔ جمال الدین افغانی کی عظیم جدوجہد اور کام سے متاثر ہونے والی بڑی شخصیات میں محمد عبدہٗ، علامہ رشید رضا، علامہ اقبال اور حسن البناء شامل ہیں۔ جمال الدین افغانی کی جدوجہد نے مسلمانوں میں ایک ولولۂ تازہ پیدا کیا اور تمام مسلم ممالک کو آزادی حاصل کرنے کے لئے استعمار کے خلاف اکسایا۔

اردو معارف اسلامیہ کے مطابق آپ کابل کے مشرق میں کونر کے نزدیک سعد آباد میں 1839ء کو پیدا ہوئے۔ جبکہ علی رہنما اور کیرن آرم سٹرانگ کے مطابق آپ ایران میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اور کئی علوم و فنون اپنے والد صاحب سے حاصل کئے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں ریاضی، فلسفہ، تاریخ، سیاسیات اور دینی علوم مکمل کر لئے۔ اس کے علاوہ عربی، صرف ونحو، کتابت وتاریخ، تفسیر، فقہ جیسے علوم پر بھی دسترس حاصل کی۔ آپ کی تمام زندگی افغانستان، ہندوستان، ایران، مصر، شام، ترکی اور دوسرے ممالک میں مسلمانوں کو مغربی ممالک کے خطرات کے ادراک اور اس کے حل کے لئے جدوجہد میں گزری۔

جمال الدین افغانی کا اصل مشن مسلمانوں کو ان کا شاندار ماضی یاد دلانا تھا جبکہ وہ ایک طاقتور قوم تھے مگر اب محکومی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور مغربی سامراج کے زیر تسلط ہیں۔ 1871ء میں جب آپ مصر کے شہر قاہرہ میں پہنچے تو وہاں یہ مشن انتہائی زور شور سے شروع کیا کہ مسلم دنیا کو اس امر پر متفق کیا جائے کہ وہ اسلام کے جھنڈے تلے متحد ہو جائے اور مغربی خطرے کا مقابلہ مذہب کے جھنڈے تلے اکٹھے ہو کر کرے۔ افغانی کے خیال میں اگر مذہب کو پس پشت ڈالا گیا تو مسلم معاشرہ بکھر کر رہ جائے گا۔ لہٰذا مذہب کے ساتھ حقیقی لگاؤ اور اپنی ثقافتی اور مذہبی روایات اور اقدار کے ساتھ وابستگی ہی وہ عمل ہے کہ جن کے تحت اسلامی دنیا ایک مرتبہ پھر طاقت بن کر ابھر سکتی ہے اور سائنٹیفک جدیدیت کی اپنی راہیں تجویز کر سکتی ہے۔ اگر مسلمانوں نے جلد اقدام نہ اٹھایا تو مسلم اُمہ جلد اپنا تشخص کھو دے گی اور مغرب اسلامی دنیا کو روند ڈالے گا۔ افغانی تقلید پرست اور مغربیت زدہ ذہنیت کے مالک لوگوں سے کہتا ہے کہ اگر مسلمان اپنی روایات پر مغربی اقدار مسلط کریں گے تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے تشخص کو کھو دیں گے، لہٰذا وہ نہ اِدھر کے رہیں گے نہ اُدھر کے اور مزید کمزوری کا شکار ہوں گے۔

مغربی سیکولر تہذیب جس کی بنیادی خصوصیات سائنسی تعلیم، جدید ترین ایجادات، صنعتی ترقی معاشی اور سیاسی غلبہ ہے کے طریقۂ واردات کے بارے میں کیرن آرم سٹرانگ "A short history of Islam" میں رقم طراز ہے کہ مغربی جدید معاشرے اور صنعتی معیشت کی ترقی پذیر فطرت میں شامل تھا کہ وہ مسلسل توسیع پاتی رہے۔ نئی منڈیوں کی ضرورت تھی اور جب ملکی منڈیاں ناکافی ہونے لگیں تو انہیں دوسرے ملکوں کو اپنے تجارتی جال میں لانے کے لئے انہیں مختلف طریقوں سے نوآبادیاں بنانا شروع کیا۔ یہ بھی ایک پیچیدہ عمل تھا۔ نوآبادیاتی ملک برآمد کرنے کے لئے خام مال مہیا کرتے جو یورپی صنعتوں میں کھپا دیا جاتا۔ اس کے بدلے اُنہیں سستی تیار شدہ مغربی اشیاء حاصل ہوتیں، جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ مقامی صنعت عموماً

تباہ و برباد ہوگئی۔ نوآبادی کو یورپی خطوط پر تبدیل اور جدید ہونا پڑتا تھا۔ اس کی مالی اور تجارتی حیات کو عقلیت پسندانہ ہونا پڑتا۔ اور مغربی نظام میں ڈھلنا پڑتا اور کم از کم کچھ مقامیوں کو جدید تصورات اور اخلاقیات سے واقفیت حاصل کرنا پڑتی۔

افغانی نے جس دور آشوب میں آنکھیں کھولی اُس میں ہندوستان اور کئی مسلم ممالک پر مغرب قابض ہو چکا تھا جبکہ باقی ماندہ ممالک میں نظام مغربی ممالک کی مرضی کے مطابق چل رہا تھا۔ مسلم ممالک پر آہستہ آہستہ مغرب غلبہ حاصل کیے جا رہا تھا۔ افغانی نے مغرب کے خلاف مسلم نشاۃ ثانیہ کا جو علم بلند کیا، اُس میں آپ نے دو محاذوں پر کام کیا۔ ایک تو مسلمانوں کو جدید مغربی تعلیم سے آراستہ کرنا اور اسلامی تعلیمات میں تفقہ پیدا کرنا اور دوسرا مسلم حکومتوں کو سیاسی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے طاقتور کرنا۔ ان دونوں محاذوں پر جمال الدین افغانی نے بڑی جانفشانی کے ساتھ کام کیا۔ اب مختصراً ان دونوں محاذوں کا ذکر کیا جائے گا۔

جمال الدین افغانی نے مغربی تہذیب کا بغور مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ جدید سائنسی تعلیمات، صنعتی انقلاب اور اعلیٰ معیشت مسلمانوں کو دنیا میں کوئی اہم مقام دلا سکتے ہیں۔ ہندوستان کے دورے کے دوران افغانی اس امر کا قائل ہوگیا کہ جدید سائنس اور ریاضی مستقبل کی ترقی کے اہم ستون ثابت ہوں گے۔ لہٰذا وہ اپنی تصنیفات اور تقریروں میں مسلمانوں کو مغربی علوم حاصل کرنے پر زور دیتے۔ افغانی کو اس بات پر شکوہ تھا کہ مسلمانوں نے فطری سائنس کو نظر انداز کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ یورپ سے پیچھے رہ گئے۔ اجتہاد کے دروازے بند کر کے مسلمانوں نے خود کو محض ماضی کے علماء کے احکامات پر عملدرآمد کے لئے وقف کر دیا، جو صحیح جذبہ اسلامی کے خلاف تھا۔ یہ عمل نہ صرف مذہب کی لازمی خصوصیات یعنی ''غلبہ اور برتری'' کے منافی تھا بلکہ جذبہ جدید کے بھی خلاف تھا۔ مسلمانوں کو مغربی غلامی سے نجات اور تعلیم عامہ کے لئے جمال الدین افغانی اور آپ کے شاگرد محمد عبدہٗ نے پیرس میں 1883ء میں ''جمعیتہ العروۃ الوثقیٰ'' (مضبوط رسی یعنی قرآن پاک) کے نام سے ایک جماعت تشکیل دی اور ''العروۃ الوثقیٰ'' کے نام سے ہفتہ وار اخبار بھی شائع کیا جو سیاسی اور ادبی اخبار تھا۔ اس اخبار سے یورپ و ایشیا کی نیندیں حرام ہوئیں اور اسلامی ممالک میں بیداری آئی۔ اخبار میں برطانوی استعمار کی مذمت کی۔ سوڈان، مصر اور ہندوستان میں برطانیہ کی ظلم وستم اور زیادتیوں کا ذکر کیا گیا۔ اور مسلمانوں کو متحد ہو کر انگریز کے غلبے کے خلاف جدوجہد پر آمادہ کیا۔ اس کا ترجمہ تقریباً ہر زبان میں ہونے لگا اور لوگ باقاعدگی سے پڑھنے لگے۔ برطانیہ نے ہندوستان اور مصر میں اخبار کا داخلہ ممنوع کر دیا۔ اور اس اخبار کے خلاف مکمل طور پر سرگرم ہوگیا۔

جمال الدین افغانی کا ان دنوں میں سب سے بڑا کارنامہ اتحاد بین المسلمین (Pan Islamism) کی تحریک کا آغاز تھا۔ جس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو مغرب کے خلاف صف آراء کر دیا مسلمانوں کو سیاسی لحاظ سے منظم کرنے میں اس تحریک نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ افغانی نے اجتہاد کی روح سے روایت پرستی اور مغرب کی اندھی تقلید دونوں پر کاری ضرب لگائی، اور اسلام کی نئی تعبیر وتشریح کا پرچم بلند کیا۔ مسلمانوں کو عقل و دانش اور استدلال کا خوگر بنایا اور ان کو اعلیٰ درجے کی فوجی اور سیاسی قوت بننے پر تیار کیا۔

افغانی نے حالات پر قابو پانے کے لئے دو طریقے استعمال کئے۔ ایک تو تبدیلی لانے کے لئے فری میسن لاج کے طرز پر خفیہ تنظیم سازی کی اور دوسرا طریقہ اپنے جوہر خطابت کو بروئے کار لا کر عام لوگوں کو انقلاب کے لئے حرکت دی۔ جمال الدین نے مسلمانوں کو سیاسی طور پر دنیا میں پیش قدمی کی ترغیب دی کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر وہ اسلام کو بچا سکتے ہیں۔ افغانی اجتماعی زندگی کے لئے اقتدار کو اتنا اہم بتلاتا ہے جتنا کہ حیوانی زندگی کے لئے غذا اور پانی ہے۔ اس کے نزدیک قوم کے نظام کی حفاظت اور ترقی کے لئے اقتدار کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ افغانی کے بقول اگر اقتدار اور سیادت براہ راست مذہب میں شامل نہ بھی ہوتے تب بھی ان کا حاصل کرنا ضروری ہوتا، کیونکہ ان کے بغیر دیگر فرائض کا انجام دینا ناممکن ہے۔ شریعت نے مسلمانوں کی سیاست اور بزرگی کا مطالبہ اس شدومد سے کیا کہ اگر مسلمان اجنبی تسلط سے گلو خلاصی حاصل کرنے سے عاجز ہو گیا ہو اور اپنے مخالفین کا حاکم بننے کی بجائے ان کا محکوم بن گیا ہو تو اس سرزمین کو دارالحرب قرار دیا ہے۔ اور ہجرت کا حکم دیا ہے۔

جمال الدین افغانی کی تمام عمر مختلف مسلم اور غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی جدوجہد میں گزری۔ افغانی نے افغانستان، ترکی، مصر اور ایران میں مختلف اہم عہدوں پر براجمان ہو کر مسلمانوں کی ترقی کے لئے کار ہائے نمایاں سرانجام دیئے مگر حاسدین اور استعماری طاقتوں کے ہاتھوں بہت تکلیفیں بھی برداشت کیں۔ اس سب کے باوجود افغانی اپنے مشن پر ڈٹا رہا۔ افغانی اپنے مقصد سے اتنی لگن رکھتا تھا کہ اس کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا تھا۔ مال و دولت کی اُسے کوئی پروا نہ تھی۔ لہٰذا اپنی تمام زندگی مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی نذر کر دی۔ آرنسٹ رینان نے جو فرانس کا عظیم ادیب اور سائنس دان تھا اور جسے جمال الدین افغانی نے ''اسلام اور علم'' کے موضوع میں شکست سے دوچار کیا تھا، سید جمال الدین افغانی کی عظمت کو ان الفاظ میں بیان کیا۔ ''جمال الدین افغانی کی عملی عظمت اور اُن کی آزادی فکر نے گفتگو کے دوران مجھے ایسا تاثر دیا کہ گویا میرے سامنے قدیم شناساؤں یعنی ابن سینا، ابن رشد اور دوسرے مسلمان حکماء میں سے کوئی ایک زندہ ہو کر میرے سامنے آموجود ہو، کہ جنہوں نے انسانی جذبات کی پانچ صدیوں سے ترجمانی کی۔'' سید جمال الدین افغانی 8 مارچ 1897ء کو ترکی میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ لیکن اُن کی روح آج بھی مسلمانوں کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے خواب کی تعبیر کے لئے اکساتی رہتی ہے۔ اور یقیناً وہ دن دور نہیں کہ جب افغانی کی روح مسرور انداز میں غلبۂ اسلام دیکھے گی۔

بقیہ: رخصت ہوا ہم سے......

صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا ہے۔ یہ مراحل تعمیر کے حوالے سے بھی پیش آئے اور انتظامی معاملات کے حوالے سے بھی۔ اِن کٹھن مراحل میں شیخ عبدالمجید صاحب نے جس صبر و تحمل اور جانفشانی سے ایک فعال کردار ادا کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آج اکیڈمی میں جو بھی دینی خدمات انجام دی جا رہی ہیں اِن کی بنیاد میں شیخ عبدالمجید مرحوم کی مسلسل کاوشوں کا بڑا عمل دخل ہے۔ اپنی عمر کے آخری حصہ میں بڑھاپے کے ضعف اور کئی بیماریوں کی وجہ سے عوارض کے باوجود شیخ صاحب مسلسل انجمن کی شوریٰ کے رکن رہے اور ہر کام میں اپنا حصہ ڈالنے کے لیے خدمات پیش کرتے رہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ انجمن کے تحت انجام دی جانے والی جملہ دینی خدمات کو مرحوم کے حق میں توشۂ آخرت بنائے۔ آمین!

رخصت ہوا ہم سے اک خادمِ قرآن

عبد المجید شیخ مرحوم کی یاد میں ایک تحریر

انجینئر حافظ نوید احمد

تنظیم اسلامی کے دیرینہ رفیق اور انجمن خدام القرآن سندھ‘ کراچی کے تاسیسی رکن جناب عبدالمجید شیخ صاحب 28 اکتوبر 2014ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!۔ اللہ تعالیٰ اُن کی بخشش فرمائے اور اُنہیں اُن کی دینی خدمات کا بھرپور صلہ عطا فرمائے۔ آمین!

عبدالمجید شیخ صاحب 80 کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں تنظیم اسلامی میں شامل ہوئے تھے۔ آپ اُن خوش نصیب رفقاء میں سے تھے جن سے بانیٔ محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ برملا محبت کا اظہار فرماتے تھے۔ جب 1986ء میں انجمن خدام القرآن سندھ‘ کراچی کا قیام عمل میں آیا تو شیخ صاحب موصوف اُس کے 18 تاسیسی ارکان میں شامل تھے۔ بعد ازاں آپ نے طویل عرصہ تک انجمن کے معتمدِ عمومی اور نائب صدر کے فرائض انجام دیے۔ کراچی میں قرآن اکیڈمی ڈیفنس کے لیے پلاٹ کے حصول اور اُس کے تعمیراتی کام میں شیخ صاحب نے جو کردار ادا کیا وہ دلچسپ بھی ہے اور مثالی بھی۔

انجمن خدام القرآن سندھ‘ کراچی کے قیام کے فوراً بعد بانیٔ محترم نے اِس خواہش کا اظہار کیا کہ شہرِ کراچی میں جلد از جلد ایک قرآن اکیڈمی کا قیام عمل میں آنا چاہیے تاکہ پاکستان کے اِس سب سے بڑے شہر میں بھی علومِ قرآنی کی نشر و اشاعت کا کام منظم طور پر کیا جاسکے۔ انجمن کے فعال اراکین نے قرآن اکیڈمی کی تعمیر کے لیے شہر کے مختلف حصوں میں مناسب جگہ تلاش کرنے کا کام شروع کردیا۔ عبدالمجید شیخ صاحب کے علم میں یہ بات آئی کہ ڈیفنس فیز 6 میں اِس علاقہ کی انتظامیہ نے مسجد کی تعمیر کے لیے ایک پلاٹ مختص کر رکھا ہے۔ شیخ عبدالمجید صاحب نے اِس پلاٹ کے حصول کے لیے ایک درخواست ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی (DHA) کے دفتر میں جمع کرادی۔ جب یہ درخواست DHA کے چیئرمین کے سامنے منظوری کے لیے پیش کی گئی تو اُنہوں نے اس درخواست کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم ایک ایسے ادارے کو مسجد کے لیے پلاٹ نہیں دے سکتے جس کا نگران ڈاکٹر اسرار احمد ہو جو ایک متنازعہ شخصیت ہے۔ یاد رہے کہ کچھ ہی عرصہ پہلے ستر و حجاب کے حوالے سے پاکستان ٹیلی ویژن پر ڈاکٹر صاحبؒ کے بیانات کے خلاف مغرب پرست خواتین نے مظاہرے کیے تھے۔ اِن مظاہرین میں اُس وقت کے گورنر سندھ کی اہلیہ بھی شامل تھی۔

حسن اتفاق یہ ہوا کہ DHA کے چیئرمین انجمن کی طرف سے پلاٹ کے حصول کی درخواست مسترد کرنے کے کچھ ہی عرصہ بعد لاہور تشریف لائے۔ اتفاقاً اُنہوں نے مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں نماز جمعہ ادا کی۔ یہاں اُنہوں نے محترم ڈاکٹر صاحبؒ کا خطابِ جمعہ سنا۔ نماز کے فوراً بعد اُنہوں نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر صاحب سے مصافحہ کیا اور انجمن سندھ کی درخواست کو رد کرنے پر معذرت پیش کی۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو بتایا کہ میڈیا نے آپ کے بارے میں جو تأثرِ عام کیا تھا میں اِس سے متاثر ہو کر آپ کے بارے میں منفی رائے رکھتا تھا۔ آج آپ کا بیان سن کر میں اپنی منفی رائے پر شرمندہ ہوں۔ آپ کے بیان نے میری رائے بدل دی ہے۔ ان شاء اللہ میں واپس کراچی جا کر آپ کے ادارے کی درخواست کو قبول کرنے کا خط جاری کردوں گا۔

چند روز بعد شیخ عبدالمجید صاحب کو DHA کی طرف سے درخواست کی منظوری کا خط موصول ہوگیا۔ اُنہوں نے جب اِس کا ذکر صدر انجمن سے کیا تو صدر صاحب نے فرمایا کہ ڈیفنس فیز 6 شہرِ کراچی کے مرکز سے بہت دور ہے۔ یہ جگہ غیر آباد بھی ہے۔ لہٰذا اس جگہ پر اکیڈمی کے قیام کے لیے کوشش ترک کردیں۔ شیخ عبدالمجید صاحب کو امید تھی کہ وہ نگرانِ انجمن ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ کو مذکورہ پلاٹ پر اکیڈمی کے قیام کے لیے راضی کرلیں گے۔ لہٰذا انہوں نے صدرِ انجمن کی رائے کے برعکس DHA جا کر پلاٹ کے حصول کے لیے جملہ کاروائی مکمل کرلی۔ صدر انجمن نے اِس پر شیخ عبدالمجید صاحب کی خوب سرزنش کی لیکن شیخ صاحب نے کمالِ تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی۔ بعد ازاں نگرانِ انجمن نے بھی شیخ صاحب پر بڑی سختی کے ساتھ اظہارِ ناراضی کیا۔ البتہ شیخ صاحب کے تحمل اور خاموشی نے ڈاکٹر صاحب کو نرمی اختیار کرنے پر مجبور کردیا۔ پھر شیخ صاحب سے ڈاکٹر صاحب کو جو محبت تھی وہ غالب آگئی۔ ڈاکٹر صاحب نے ملنے والی جگہ کا معائنہ کیا اور مستقبل کے حوالے سے جگہ کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے یہاں قرآن اکیڈمی کے قیام کے لیے تعمیراتی کام شروع کرنے کی اجازت دے دی۔

شہر سے دور ایک بالکل ویران علاقہ میں تعمیراتی کام کرانا ایک کارِ مشکل تھا۔ شیخ عبدالمجید نے اِس مشکل کام کی تکمیل کا پختہ ارادہ کیا اور خود کو ہمہ وقت اِس کام کے لیے وقف کردیا۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُن کا چلتا ہوا کاروبار ایک دم ٹھپ ہوگیا۔ شیخ صاحب نے اِس نقصان کی کوئی پروا نہ کی اور دن رات کام کر کے صرف دو سال کے عرصہ میں قرآن اکیڈمی کی تعمیر کو اِس حد تک پہنچا دیا کہ یہاں نہ صرف پنج وقتہ باجماعت نماز کا آغاز ہوگیا بلکہ بانیٔ محترمؒ نے رمضان المبارک کے دوران دورۂ ترجمہ قرآن بھی کرادیا۔

آج قرآن اکیڈمی ڈیفنس تعمیر کے اعتبار سے کافی ترقی کرچکی ہے۔ اِسی طرح تعلیم و تعلم قرآن کے حوالے سے بھی نمایاں خدمات انجام دے رہی ہے۔ البتہ یہاں تک پہنچنے میں اُسے کئی کٹھن اور (باقی صفحہ 16 پر)

civil and compoundable offences under the code or any other law for the time being in force within the specified period.

According to the draft bill, the costs and fees of the ADR shall be borne by the parties in such proportion as may be determined by the court.

The proceedings before the neutral shall be privileged and shall not be admissible in evidence before any court without consent of the parties and the neutral shall not be required to appear as a witness or otherwise in any arbitral or judicial proceedings with respect to a dispute that is or was the subject-matter of an ADR.

Similarly, no legal proceedings shall lie against a neutral or any person or official associated in the ADR process for any act done or omitted to be done in good faith in the course of the performance of his functions, in reference to such ADR. No appeal or revision shall lie from a decree or order of the court under the proposed Act.

***Courtesy:** The News*

حلقہ کراچی جنوبی کے تحت مطالعہ مبتدی نصاب کی نشست

کسی بھی انقلابی جماعت کے ارکان کے لیے اپنے نظریے سے وابستگی اور جماعت کے نظم وضبط کی پابندی بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ چنانچہ اس غرض سے کارکنوں اور رفقاء کی تربیت کے لیے وقتاً فوقتاً تربیتی پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام محرم کی چھٹیوں میں 8 تا 10 محرم الحرام کو مطالعہ مبتدی نصاب کورس کا اہتمام کیا گیا۔ حلقہ کراچی کی عاملہ میں باہمی مشاورت کے بعد یہ طے پایا کہ اس مرتبہ محرم الحرام کی چھٹیوں کا مصرف اس طرح ہو کہ ملتزم رفقاء غیر فعال رفقاء سے ملاقات کریں اور مبتدی رفقاء کو ان چھٹیوں میں مطالعہ مبتدی نصاب سے گزارا جائے۔ محرم الحرام کی چھٹیوں کے موقع پر حلقہ کراچی جنوبی کے تحت مطالعہ مبتدی نصاب کی اس نوعیت کی پہلی سعی کی گئی تھی جو کہ بہت ہی مفید رہی۔ اس کورس سے کل 150 رفقاء نے استفادہ کیا۔ رفقاء کی سہولت کے لیے اس کورس کا انعقاد پانچ مقامات پر کیا گیا جس کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

قرآن مرکز کورنگی:

قرآن مرکز کورنگی میں تین مقامی تناظیم کورنگی شرقی، لانڈھی اور کورنگی غربی کے مبتدی رفقاء کو مدعو کیا گیا تھا اور اس مقام پر مدرس کے فرائض امیر حلقہ انجینئر نعمان اختر اور معتمد حلقہ عبید احمد نے ادا کیے۔ اس مقام پر کل 48 رفقاء شریک ہوئے۔ 10 محرم الحرام کو مقامی امیر کی درخواست پر امیر حلقہ نے مقامی نظم کے سات غیر فعال رفقاء سے بعد نماز عصر ملاقات بھی کی، جن سے مقامی نظم کے ملتزم رفقاء نے ملاقاتیں کر کے اُن کو مدعو کیا تھا۔

دفتر سوسائٹی تنظیم:

اس مقام پر دو مقامی تناظیم سوسائٹی اور بنوری ٹاؤن کے رفقاء کو مدعو کیا گیا تھا۔ یہاں مدرس کے فرائض ڈاکٹر محمد الیاس (حلقہ کے ناظم تربیت)، فیصل منظور اور نعمان آفتاب نے ادا کیے۔ پروگرام میں 21 رفقاء شریک ہوئے۔

قرآن مرکز شاہ فیصل:

اس مقام پر دو تناظیم شاہ فیصل اور ملیر کے رفقاء کو مدعو کیا گیا تھا۔ یہاں مدرس کے فرائض جناب سید راشد حسین شاہ اور حافظ محمد وقار نے ادا کیے۔ یہاں کل 27 رفقاء نے شرکت کی۔

قرآن اکیڈمی ڈیفنس:

ڈیفنس، کلفٹن اور قرآن اکیڈمی کے رفقاء کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں جمع کیا گیا تھا۔ اس مقام پر مدرس کے فرائض حلقہ کے ناظم دعوت حافظ انجینئر عمیر انور اور عاطف اسلم نے ادا کیے۔ پروگرام میں 34 رفقاء نے شرکت کی۔

دفتر اولڈ سٹی تنظیم:

اولڈ سٹی تنظیم کے رفقاء کے لیے ان کے اپنے ہی مقامی دفتر میں مطالعہ نصاب کروایا گیا۔ یہاں مدرس کے فرائض اولڈ سٹی تنظیم کے مقامی امیر محمد رضوان صاحب اور اولڈ سٹی تنظیم کے ناظم دعوت محمد نعمان نے سرانجام دیے۔ اس مقام پر 20 رفقاء نے شرکت کی۔

تمام مقامات پر ہر روز چار گھنٹے کی نشست میں چار کتابوں کا خلاصہ بالخصوص فکری نکات کو بذریعہ ملٹی میڈیا پیش کیا گیا۔ شریک رفقاء نے اس پروگرام کی تحسین کی اور تقاضا کیا کہ ایسے پروگرام وقتاً فوقتاً کیے جاتے رہنے چاہئیں۔ محرم کی ان چھٹیوں میں ملتزم رفقاء نے تقریباً 60 غیر فعال رفقاء سے بھی ملاقات کر کے ان کو فعال کرنے کی سعی کی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری محنتوں کو قبول فرمائے اور جو بھی علم نافع ہمیں حاصل ہوا ہے اس پر عمل کی توفیق دے۔ (آمین) (رپورٹ: محمد سہیل)

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی شمالی کے رفیق مدثر علی ہاشمی کی والدہ وفات پا گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی ڈیفنس کراچی کے سینئر رفیق عبدالمجید شیخ وفات پا گئے۔

☆ تنظیم اسلامی ممتاز آباد کے رفیق جناب احمد حسن انصاری کا جواں سال بیٹا علی رضا روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پا گیا۔

اللہ رب العزت مرحومین کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے، اور انہیں کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ (آمین) قارئین ندائے خلافت سے بھی مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ضرورت رشتہ

☆ ارائیں خاندان کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم بی ایس آنرز میتھ، ایم فل میتھ (جاری P.U) دراز قد "7 .'5 کے لئے دیندار گھرانے سے، اعلیٰ تعلیم یافتہ، برسر روزگار بیٹے کا رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ: 0333-4719918

☆ کراچی کی رہائشی فیملی کو اپنی بیٹی، ڈاکٹر (ایم بی بی ایس)، شرعی پردہ کی پابند، عمر 27 سال، قد 5 فٹ 4 انچ کے لئے مذہبی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0332-3217297

دعائے صحت کی اپیل

☆ نقیب اسرہ ماڈل ٹاؤن لاہور ساجد حسین کی والدہ کا آپریشن ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی ان کی صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

A change for good in the Justice System of Pakistan in the making

By Ansar Abbasi

ISLAMABAD: The government has prepared the third draft bill to introduce the Punchayat and Alternative Dispute Resolution (ADR) system in the whole of Pakistan for the settlement of civil and criminal disputes within a period of 30 to 45 days.

After getting a nod from the prime minister and the cabinet, the draft bill will be shared with all the provincial governments, the judiciary and the public for consensus and smooth implementation.

The draft bill, a copy of which is available with The News, provides a solution to both the civil litigation as well as compoundable offences. The proposed law envisages the involvement of respective high courts in the working of this system.

It would be mandatory to refer all civil matters, including commercial, family, trade, insurance and revenue-related issues, to the ADR or Panchayat for arbitration by a panel of "neutrals". The government, after consultation with the High Court, shall maintain a panel of neutrals for each province and each district from amongst lawyers, retired judges of superior and subordinate judiciary, retired civil servants, social workers, Ulema, jurists, technocrats and experts and such other persons of repute and integrity having such qualifications and experience as prescribed.

Under the proposed law, the government would not be able to remove a neutral once he is seized of the matter referred to him unless both the parties agree for his replacement or for any other reason(s) to be recorded in writing.

Once the court receives a case, it will direct the parties to appear before the neutral or Panchayat, as the case may be, on the date and time fixed by the court. If either of the parties applies to the court or the ADR Centre for resolution of their pending dispute through the ADR, the court or ADR Centre shall serve a notice on the defendant or respondent, as the case may be, and on his appearance refer the matter to a neutral from the panel.

The parties to the dispute shall take part in the ADR proceedings in person or through an authorised representative duly empowered in writing attested by the oath commissioner.

A neutral appointed by the court or an ADR Centre for conciliation, evaluation or mediation shall try to resolve the dispute within a period of 30 days extendable by the court for sufficient cause for a period of 15 days.

For disputes to be referred to an arbitrator, the process would be completed within 60 days extendable for 30 days with the permission of the court. The arbitrator, on resolution of the dispute, shall render a written award, duly signed by him and by the parties or their authorised representative and submit it to the court, which shall pronounce a judgment and pass a decree in terms of the award.

If the efforts of the mediator fail in bringing about a settlement between the parties, the mediator shall submit a report to the court that appointed him and the court shall proceed with the case from the stage it was referred to the ADR.

In the case of compoundable offences, the court with the consent of the parties may appoint a mediator from the panel or if the parties do not agree, the neutral agreed by them outside the panel, to bring about compromise between the parties: the mediator appointed in compoundable cases shall try to bring about a compromise between the parties within 30 days and submit a report in the court duly witnessed and signed by him and by the parties.

The government would set up the ADR Centre besides establishing a Panchayat system in accordance with the relevant law. The Panchayat shall be empowered for amicable settlement of